اسباب و علاج

تالیف

فضیلۃ الشیخ ابو کلیم مقصود الحسن فیضی حفظہ اللہ

نظر ثانی

فضیلۃ الشیخ ابو عبدالرحمن شبیر بن نور حفظہ اللہ

تصدیر

فضیلۃ الشیخ ابو عدنان محمد منیر قمر حفظہ اللہ

لڑکیوں کی بغاوت؟

اسباب و علاج

تالیف

فضیلۃ الشیخ مقصود الحسن فیضی حفظہ اللہ

(الغاط۔سعودی عرب)

تصدیر

فضیلۃ الشیخ ابو عدنان محمد منیر قمر حفظہ اللہ

نظر ثانی

شیخ ابو عبدالرحمٰن شبیر بن نور حفظہ اللہ

ناشر

توحید پبلیکیشنز، بنگلور (انڈیا)

❖ نامِ کتاب	لڑکیوں کی بغاوت؟؛ اسباب وعلاج
❖ تالیف	فضیلۃ الشیخ مقصود الحسن فیضی حفظہ اللہ
❖ نظرثانی	شیخ ابو عبدالرحمٰن شبیر بن نور حفظہ اللہ
❖ تصدیر	فضیلۃ الشیخ ابو عدنان محمد منیر قمر حفظہ اللہ
❖ کمپوزنگ ری سیٹنگ	شاہد ستار
❖ طبع دوم	۱۴۳۱ھ ، ۲۰۱۰ء
❖ تعداد	۳۰۰۰
❖ ناشر	توحید پبلیکیشنز، بنگلور (انڈیا)

ہندوستان میں ملنے کے پتے

1- توحید پبلیکیشنز
ایس.آر.کے.گارڈن
فون:۲۶۶۵۰۶۱۸، بنگلور۔۰۴۱ ۵۶۰

2-چار مینار بک سنٹر
چار مینار روڈ، شیواجی نگر، بنگلور۔۰۵۱ ۵۶۰

3- مرکز الدعوۃ الاسلامیہ والخیریہ
اسلامی کمپاؤنڈ، سونس، تعلقہ کھیڈ،
ضلع رتنا گری۔۴۱۵۷۲۷ (مہاراشٹرا)
فون:۰۲۳۵۶/۲۶۲۵۵۵

4- ابوالکلام آزاد لائبریری
محمدیہ مسجد، ہفت گنبد، فون:۰۸۴۷۲۔۶۴۸۳۷۴
گلبرگہ۔۱۰۴ ۵۸۵

1-S.R.K.Garden,Phone# 26650618
BANGALORE-560 041
2-Charminar Book Center
Charminar Road,Shivaji Nagar,
BANGALORE-560 051
3-Markazud Dawatul Islamiyah WalKhairiyah
Islami Compound,Savnas-Taluq Khed Dist.
RATNAGIRI-415727(M.S)
Tel:02356-262555
4-Abul Kalam Azad Library
Muhammadia Masjid,
Haft Gumbad,
Phone#08472-260783/648374
GULBARGA-585 104

فہرستِ مضامین

تصدیر

اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰہِ، نَحْمَدُہٗ وَ نَسْتَعِیْنُہٗ وَ نَسْتَغْفِرُہٗ ،وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِاَنْفُسِنَا وَسَیِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلا مُضِلَّ لَہٗ، وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلاھَادِيَ لَہٗ، وَأَشْھَدُ أَنْ لَّااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ،وَأَشْھَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ.

أَمَّا بَعْـــــدُ:

قارئین کرام! السلام علیکم

نبیٔ اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

((مُرُوْا اَوْلَادَکُمْ بِالصَّلٰوۃِ لِسَبْعٍ وَاضْرِبُوْھُمْ عَلَیْھَا لِعَشْرٍ وَفَرِّقُوْابَیْنَھُمْ الْمَضَاجِعُ))

''اپنے بچوں کو سات سال کی عمر میں نماز پڑھنے کا حکم دیں اور دس سال کے ہوکر بھی نماز نہ پڑھیں تو انہیں مار کر پڑھائیں اور انکے بستر ا لگ الگ کردیں''۔

اگر آپ ﷺ کے اِس ارشادِ گرامی کو بغور پڑھا جائے تو بآسانی اندازہ ہوجاتا ہے کہ بچوں کی صحیح تہذیب وتربیت کا دورانکا بچپن ہے۔اگر اس وقت کو ضائع کردیا جائے اور والدین یہی سمجھتے رہیں کہ ''نہیں !ابھی تو یہ بچے ہیں''۔اور وہ اپنی مرضی سے چلتے اور گلی محلے کے ''بگڑے شہزادوں'' کی دیکھا دیکھی جب جوانی میں قدم رکھ لیتے ہیں تو پھر تربیت بہت کم کارگر ثابت ہوتی ہے۔اب والدین اپنے بیٹوں بیٹیوں کے کردار وسلوک کا جوشکوہ کرتے ہیں تو یہ دراصل انکی اپنی ہی لاپرواہی کا نتیجہ ہوتا ہے۔اب وہ تہذیبِ فرنگ کے رنگ میں خوب رنگ جاچکے ہیں۔انکے اخلاق وکردار میں ہر طرح کا فساد وبگاڑ آچکا ہے اور دلدادگانِ مغرب نے

انہیں انکی اس ''بے ڈھنگی چال'' کے ''صحیح'' ہونے کے دلائل بھی سکھلا رکھے ہیں بلکہ جب اس معاملہ میں وہ خوب ''پختہ کار'' ہوجاتے ہیں تو وہ والدین کو ''خبطی''، ''دقیانوسی''، ''آک ورڈ'' (Akward) ''بیک ورڈ'' (Backward) اور نہ جانے کیا کیا القاب دینے لگتے ہیں اور نصیحت سننے اور سدھرنے کی بجائے وہ پہلے ذہنی ونظریاتی طور پر دور ہونا شروع کرتے ہیں اور جسمانی ومکانی طور پر بھی۔ اور نوبت یہاں تک آجاتی ہے، اب وہ بات سننے کے بھی روادار نہیں رہتے اور اصلاح وتربیت کی بجائے۔ ع

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔

والا معاملہ ہوجاتا ہے۔ لہٰذا پہلے خود نمازِ پنجگانہ کے پابند بنیں اور اپنی اولاد کو بھی بچپن سے ہی نماز کی عادت ڈالیں اور ''سنِ شعور کو پہنچتے ہی انکے بستر الگ کردیں''۔ نبیٔ اکرم ﷺ کے اسی ارشاد کا یہ دوسرا حصہ بھی ''دریا در کوزہ'' ہے اور آج جو برائیاں؛ محرم رشتہ داروں سے زنا وبدکاری اور رشتوں کے تقدّس کی پامالی وغیرہ رونما ہورہی ہیں وہ دیگر اسباب کے علاوہ ارشادِ رسالت مآب ﷺ کے اس حصہ کی نافرمانی کا نتیجہ بھی ہیں۔

ہمارے فاضل دوست ابوکلیم جناب شیخ مقصود الحسن صاحب فیضی (الغاط) نے ''لڑکیوں کی بغاوت؟'' نامی اپنی اِس کتاب میں جو ''اسباب وعلاج'' بتائے ہیں وہ قابلِ مطالعہ وعمل ہیں۔ اور نہ صرف لڑکیوں بلکہ لڑکوں کے حوالے سے بھی یہی ''نسخہ'' مفیدِ مطلب ہے۔

مؤلف موصوف نے جس سلگتے ہوئے موضوع پر قلم اٹھایا ہے، اسی کا ایک پہلو ''مسلمان لڑکوں اور خصوصاً لڑکیوں کی غیر مسلموں اور خصوصاً ہندوؤں سکھوں سے شادی'' بھی ہے۔ امید ہے کہ آئندہ کسی موقع پر شرعی ومعاشرتی نقطۂ نظر سے وہ اسے بھی اجاگر کردیں گے۔

اللہ تعالیٰ موصوف کی اس خدمتِ دین وملت کو قبول فرمائے اور ہمارے احباب جناب محمد رحمت اللہ خان (ایڈووکیٹ) اور انجنیئر شاہد ستار اور انکے رفقاء کار کو بھی جزاءِ خیر عطا فرمائے

جنھوں نے اسے "توحید پبلیکیشنز" بنگلور کی طرف سے شائع کرنے کا اہتمام کیا ہے۔

ناسپاسی ہوگی اگر اپنے فاضل ساتھی ابوعبدالرحمٰن جناب شیخ شبیر بن نور (مترجم الحکمة العامة۔الدوادمی) کا شکریہ ادا نہ کریں، جنھوں نے اس کتاب کی نظر ثانی فرمائی۔

اسی طرح ہمارے دوست جناب مقصود احمد سین آف سونس بھی شکریہ کے مستحق ہیں، جنھوں نے اس کتاب کا پہلا ایڈیشن اپنے ادارے "مرکز الدعوة الاسلامیه والخیریه"۔ سونس (تعلقہ کھیڈ، ضلع رتنا گری، مہاراشٹرا) کی طرف سے شائع کیا۔ فَجَزَاهُمُ اللّٰهُ خَيْراً فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ۔ آمین

اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کو بقدرِ محنت اجر و نعمت سے نوازے۔

امید ہے کہ قارئین کرام اس موجودہ ایڈیشن کو پہلے سے بھی کئی اعتبار سے قدرے بہتر پائیں گے۔ ان شآء اللہ

الخبر، سعودی عرب

۱۱/۵/۱۴۳۱ھ

۱۶/۴/۲۰۱۰ء

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ،

ابوعدنان محمد منیر قمر نواب الدین

ترجمان سپریم کورٹ، الخبر

وداعیہ متعاون، مراکز دعوت وارشاد

وتوعیۃ الجالیات بالخبر والدمام والظہران

(سعودی عرب)

تاثرات

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَا نَبِیَّ بَعْدَهٗ: اَمَّا بَعْدُ

آج انسان اپنی حدوں سے نکل کر اصول اور قدروں کو کھو چکا ہے۔ آزادی کے نام پر اخلاقی ضابطوں اور شرافت کے اصولوں کو تنگئ حیات اور بندش کہتا ہے۔ سماج میں حیا اور غیرت کا فقدان عام ہے، ایک دوسرے کا لحاظ اور احترام مٹتا جا رہا ہے، ایسا لگتا ہے کہ پورا انسانی سماج حیوان بنتا جا رہا ہے۔

مسلمان جو اسلام کی طرف سے سارے انسانوں کے لئے ماڈل اور اسوہ ہیں جنھیں سب کو چاہے، جس مذہب ونظریہ کے ماننے والے ہوں، عقیدہ وعمل اور ہر طرح کے عملی بگاڑ سے نکال کر صالح فکر، معیاری اخلاق اور پاکیزہ زندگی پر لانے کی ذمہ داری سونپی گئی ہے، آج ان کا حال بھی ابتر ہے۔ غیروں کا رنگ ڈھنگ، چال ڈھال اختیار کر رہے ہیں، مغرب کی آزادی اور خواہشاتِ نفس کے پیچھے تیزی سے بھاگ رہے ہیں، مزید افسوس ہے کہ ملت کی بیٹیاں اپنے اولیاء امور اور سرپرستوں کی سرپرستی اور ہدایت میں رہنا نہیں چاہتیں۔ نکاح و طلاق میں ازدواجی زندگی میں دیگر حقوق کے ضوابط نظر انداز کر رہی ہیں جن کے نتائج روح فرسا اور ہلا دینے والے ہیں۔ آج ملت اور خاندان کے بڑے، باپ، ماں، بزرگ نئی نسل کی بے راہ روی پر افسردہ وغم زدہ ہیں، حتیٰ کہ ان پر بددعاؤں کے لئے ہاتھ اٹھا رہے ہیں، ایسے میں نئی نسل اور آزادی پسندوں کو خبردار ہو جانا چاہیئے جو اپنے والدین اور بزرگوں کی اطاعت و فرماں برداری کی پروا نہیں کرتے اور بددعائیں لے رہے ہیں۔ یہ بددعائیں اس کی دنیا اور آخرت دونوں کی تباہی کا سبب بن سکتی ہیں، اللہ ہم سب کی حفاظت فرمائے، کیونکہ اسلام میں نہ

تو دیوثیت کی گنجائش ہے کہ ذمے دار گھر اور اہل وعیال میں برائیوں کو دیکھے پھر نظر انداز کردے اور آزاد رہے، اور نہ ہی اولاد اور اہلِ خانہ کو اپنے سرپرستوں اور بزرگوں کے حکم و ہدایت سے باہر رہنے کی اجازت ہے۔ کیونکہ دیوثوں پر جنت حرام ہے، اور ماں باپ کی دعائیں اور بد دعائیں قبول کی جاتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے شیخ محترم مقصود الحسن صاحب فیضی حفظہ اللہ وتولاہ کو جو ملی اور سماجی تقاضوں کو بخوبی سمجھتے ہیں پھر ان پر مفید خطبا اور اصلاحی کتابیں تیار کرتے ہیں۔

یہ کتاب ''لڑکیوں کی بغاوت؟؛ اسباب وعلاج'' اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جو شیخ کا ایک خطاب ہے۔ یہ اپنے اس موضوع پر بہت ہی اہم اور معلوماتی ہے، جسے برادرِ مکرم مقصود سین شائع کررہے ہیں، پوری ملت و جماعت کی طرف سے سبھی حسبِ مراتب مبارکباد کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ شیخ کے اعمال وجہود میں برکت عطا فرمائے، کام کا فائدہ عام ہو، اور مرکز الدعوۃ اپنی اصلاح وتربیت میں مزید ترقی کرے۔ (۱)

وصلی اللّٰہ وسلم علی نبینا محمد وعلی آلہ و صحبہ أجمعین۔

آپ کا بھائی

(مولانا) عبدالسلام سلفی

امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی

۱۱/۱۰/۲۰۰۸ء

(۱) زیرِ نظر ایڈیشن توحید پبلیکیشنز، بنگلور کی طرف سے آپ کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔ (ابوعدنان)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ ناشر
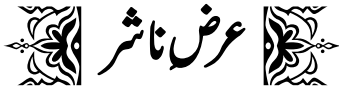
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ: اَمَّا بَعْدُ

برادرانِ اسلام! کیا آپ نے اپنی اولاد کے سلسلے میں اپنی مسئولیت اور ذمہ داری کے بارے میں کبھی سنجیدگی سے غور کیا ہے؟ اور اپنی ذمہ داری کے بارے میں آخرت میں باز پرسی کے احساس نے کبھی آپ کو مضطرب اور پریشان کیا ہے؟

وہ مسئولیت اور ذمہ داری جس کے بارے میں پیارے نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

''تم میں سے ہر شخص ذمہ دار ہے اور تم میں سے اس کی اپنی رعیت کے بارے میں باز پرس ہوگی، امیر (اپنی رعایا) کا ذمہ دار ہے، آدمی اپنے اہلِ خانہ کا ذمہ دار ہے، عورت اپنے خاوند کے گھر اور اس کی اولاد کی ذمہ دار ہے، پس (اس طرح) تم سب ذمہ دار ہو اور تم سب سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔'' (بخاری ومسلم)

یہ حدیث اس لحاظ سے نہایت اہمیت کی حامل ہے کہ اس میں معاشرہ کے ہر فرد کو معاشرہ کے قیام واصلاح کا ذمہ دار اور اس میں کوتاہی کرنے پر باز پرس کا حقدار قرار دیا گیا ہے۔ چاہے وہ حکمراں ہو یا ایک عام آدمی بلکہ گھر کی چہار دیواری کے اندر رہنے والی عورت بھی اپنے دائرۂ کار میں قیامِ عدل واصلاح کی ذمہ دار ہے اور اس بارے میں اس سے بھی باز پرس ہوگی۔ قرآن مجید میں بھی اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو یہ ذمہ داری تفویض فرمائی ہے جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿یَآ اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا قُوْا اَنْفُسَکُمْ وَاَهْلِیْکُمْ نَاراً وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَیْهَا مَلَآئِکَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَا اَمَرَهُمْ

﴿وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ﴾ (التحریم: ٦)

''اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان ہیں اور پتھر۔ جس پر سخت دل مضبوط فرشتے مقرر ہیں جنھیں جو حکم اللہ تعالیٰ دیتا ہے اس کی نافرمانی نہیں کرتے بلکہ جو حکم دیا جاتا ہے بجالاتے ہیں''۔

مندرجہ بالا نصوص سے پتہ چلتا ہے کہ والدین اپنی اولاد کے بارے میں مسئول ہیں۔ ماں باپ کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ بچوں کو حلال کمائی کھلائیں، انہیں زیورِ تعلیم سے آراستہ کریں، بنیادی اسلامی تعلیمات، حلال وحرام اور جائز وناجائز وغیرہ سے انہیں متعارف کرائیں، ان کی نشو ونما اور تربیت میں اسلامی خطوط وآداب کو ملحوظ رکھیں تاکہ وہ دنیا وآخرت میں والدین کے حق میں مفید اور سود مند ثابت ہوں۔ مگر موجودہ صورتِ حال نہایت افسوس ناک ہے، اگر حقیقت حال کا ایماندارانہ تجزیہ کیا جائے تو بڑی مایوسی ہوتی ہے کہ آج ہماری اکثریت اس عظیم ذمہ داری کی ادائیگی سے غافل ہے، بلکہ بچوں کی اسلامی تعلیم وتربیت کا ایسا فقدان ہے کہ ساری قوم مجرمانہ حد تک لاپرواہی کا شکار ہے۔

اس کے برعکس مغربیت کا سیلاب ہے جس میں مسلمان خس وخاشاک کی طرح بہتا نظر آتا ہے، جدید طرزِ معاشرت، جدید ثقافت، اور سنہرے مستقبل کی امید پر مخلوط تعلیم کے نام پر ہر قسم کی فحاشی اور عریانیت بڑی تیزی سے مسلم سماج میں سرایت کرتی نظر آرہی ہے، اور اب ہماری نوجوان نسل دین ومذہب کے بارے میں تشکیک وبیزاری کا شکار ہے، جس کا ہم اکثر مشاہدہ کرتے رہتے ہیں، بے پردگی، آزادئ نسواں اور مخلوط تعلیم کے خطرناک نتائج ہمارے سامنے آتے رہتے ہیں، اکبر الہ آبادی نے بڑے دکھ کے ساتھ کہا تھا:

پردہ اٹھا ہے ترقی کے یہ سامان تو ہیں ۔۔۔ حوریں کالج میں پہنچ جائیں گی غلمان تو ہیں
کٹ گئی ناک حرم میں تو نہیں کچھ پروا ۔۔۔ ''تھینک یو'' دَیر میں سننے کے لئے کان تو ہیں

آج والدین سے لڑکیوں کی بغاوت عام ہے، شاعر نے جس قومی درد کو محسوس کیا تھا

// لڑکیوں کی بغاوت؟ اسباب وعلاج //

آج وہ خون بن کر آنکھوں سے ٹپک رہا ہے، نہ جانے کتنوں کی ناک روزانہ کٹتی ہے، اسلامی تعلیمات سے انحراف اور بغاوت کا یہ عالم ہے کہ روزانہ اخبارات میں ایسی خبریں پڑھنے کو برابر مل رہی ہیں، لڑکی کالج سے کسی لڑکے کے ساتھ فرار ہوگئی، کوئی پڑوسی یا رشتہ دار کے جھانسے میں آگئی اور کہیں نہ کہیں جا کر پھر وہ کورٹ میرج بھی کر لیتے ہیں، ماں باپ کے سارے خواب بکھر جاتے ہیں، ان کا اعتماد مجروح ہوتا ہے، معاشرہ میں وہ سر جھکا کر چلنے پر مجبور ہو جاتے ہیں، بلکہ بے غیرتی کا یہ عالم ہے کہ کبھی کبھی مسلم لڑکی غیر مسلم لڑکے کے ساتھ فرار ہو جاتی ہے، اور اپنے ماں باپ کو پہچاننے سے بھی انکار کر دیتی ہے۔

اس طرح کی خبریں اخبارات میں دیکھ کر ایک حساس اور باغیرت مسلمان تڑپ اٹھتا ہے، کڑھتا ہے، اور اس کے ازالے اور تدارک کے بارے میں سوچتا ہے۔ ایسے ہی ایک حساس وغیور مصلح وداعی ہیں فضیلۃ الشیخ مقصود الحسن فیضی صاحب جو اس طرح کے ایک واقعہ سے کافی متاثر ہوئے اور انہوں نے اسے ۲/جمادیٰ الاولیٰ ۱۴۲۶ھ کو اپنے ہفتہ واری پروگرام (الغاط، سعودی عرب) میں موضوعِ درس بنایا۔ اصلاحِ معاشرہ کی خاطر اس تقریر کی کیسٹ اور سی ڈی جہاں بھی پہنچی پسندیدگی کی نظر سے دیکھی گئی۔

میں نے بھی اسے پسند کیا اور اس کی افادیت کو محسوس کرتے ہوئے مولانا موصوف سے اسے تحریری شکل دینے کا پرزور مطالبہ کیا تاکہ اسے مزید خوش اسلوبی کے ساتھ عوام وخواص میں پیش کیا جاسکے۔

ہم شکر گزار ہیں مولانا موصوف کے کہ انہوں نے ہماری خواہش کا احترام کرتے ہوئے اپنے درس کو کتابی شکل دی جسے ہم قارئینِ کرام کے سامنے پیش کرتے ہوئے خوشی محسوس کر رہے ہیں۔

اگر ہر ذمہ دار میں اپنی مسئولیت اور جواب دہی کا احساس پیدا ہو جائے تو ان شاء اللہ معاشرہ اس قسم کی برائیوں سے بالکل پاک وصاف نظر آئے گا اور اس کتاب کی اشاعت کا

مقصد بھی یہی ہے کہ ہر ذمہ دار اپنی ذمہ داری کو محسوس کرے اور اس کے سامنے نبی ﷺ کا یہ فرمان ضرور رہے کہ:

''اللہ تعالیٰ ہر ذمہ دار سے اس کی ذمہ داری میں دی گئی چیزوں سے متعلق سوال کرے گا کہ آیا اس نے اس کی حفاظت کی یا اسے ضائع کر دیا، حتیٰ کہ آدمی سے اس کے اہلِ خانہ کے متعلق بھی سوال کرے گا''۔ (صحیح ابن حبان)

اللہ کرے یہ کتاب مسلمانوں کے قلوب و اذہان کو جھنجھوڑے، دل وضمیر پر دستک دے، آنکھوں پر پڑے پردے کو چاک کرے اور ہم میں سے ہر ذمہ دار اپنے ماتحتوں کی صحیح تربیت کر سکے تا کہ دنیا اور آخرت کی رسوائی و پشیمانی سے عافیت ملے۔ تَقَبَّلْ يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ.

آخر میں ہم شکر گزار ہیں صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے امیرِ محترم فضیلۃ الشیخ عبدالسلام سلفی حفظہ اللہ کے جنھوں نے مسودے کو پڑھ کر اس کی اشاعت پر ہماری ہمت افزائی فرمائی اور اپنے تاثرات لکھ کر اس کتاب کی افادیت کو مزید بڑھایا۔ نیز دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کے مصنف، اراکینِ مرکز الدعوۃ سونس اور جملہ معاونین کو اس کا اجرِ جزیل عطا فرمائے۔ آمین.

﴿إِنْ أُرِيدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ﴾

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

طالبِ دعا

محمد مقصود علاؤ الدین سین

مرکز الدعوۃ الاسلامیہ والخیریہ سونس

۲۲/اکتوبر ۲۰۰۸ء

إِنَّ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ أَجْمَعِيْنَ وَمَنْ تَبِعَهُمْ بِإِحْسَانٍ إِلَى يَوْمِ الدِّيْنِ: أَمَّا بَعْدُ

لاہور پاکستان سے شائع ہونے والا موقر پرچہ ہفت روزہ ''الاعتصام'' پڑھنے کو ملا جس کا ایک عنوان اکبرالٰہ آبادی رحمہ اللہ کے ایک شعر سے ماخوذ تھا: ع

''پردہ جو اٹھ گیا تو وہ گھر سے نکل گئی''۔

لکھنے والے محترم عبدالوارث ساجد صاحب ہیں۔ مضمون کی ابتدا کچھ اس طرح سے تھی:

''کمرۂ عدالت کھچا کھچ بھرا ہوا تھا اور کمرے میں موجود تمام لوگوں کے چہروں پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں، وکیل حیران تھا...... ماں شدتِ غم سے زمین پر سر پکڑے بیٹھی تھی...... اور باپ بوڑھی آنکھوں سے مسلسل آنسو بہائے جا رہا تھا۔ مگر بیٹی خوش تھی، اس کے چہرے سے خوشیوں سے شگوفے پھوٹ رہے تھے اور فاتحین کی طرح کٹہرے میں کھڑے مسکراتے ہوئے اپنے محبوب کو دیکھ رہی تھی جس کے حق میں عدالت نے فیصلہ دیا تھا۔ ۳۱ مئی کی دوپہر ایڈیشنل سیشن جج محمود احمد شاکر کی عدالت میں ہونے والے اس فیصلے کا کیس نولکھا لاہور کے چوکیدار شوکت نے درج کروایا تھا۔ شوکت چوکیدار نے بیس سال تک مسلسل راتوں کو جاگ کر چوکیداری کر کے اپنی بیٹی کو پالا پوسا، اسے اچھی غذا، اچھا لباس اور اچھی تعلیم مہیا کی۔ اپنی خواہشوں کا گلا گھونٹ کر اس نے رات دن ایک کر کے محنت کی اور بیٹی کی ہر تمنا پوری کی۔ پرائمری، میٹرک کے بعد باوجود وسائل نہ ہونے کے اسے اعلیٰ تعلیم کے لئے کالج داخل کروایا، حسبِ معمول ایک روز اس کی بیٹی (ع) گھر سے پڑھنے کے لئے نکلی۔ ایک ایک کر کے تیس دن ہو گئے، بوڑھے چوکیدار کی بیٹی واپس نہ آئی۔ ماں گھر بیٹھی آنسو بہاتی رہی، گلی محلے کی عورتیں آتیں، کچھ دلا سے

دیتیں اور واپس چلی جاتیں۔ ماں شرمساری میں نظریں زمین پر گاڑے حواس باختہ دیوانوں کی طرح بیٹھی رہتی اور آنسوؤں کی زبان بولتی۔ اس ماہ کے دوران اتنا ضرور معلوم ہوا کہ جب وہ کالج گئی تھی تو کالج آتے جاتے محلے کے ایک آوارہ لڑکے جاوید سے ملتی تھی اور کبھی کبھار شام کو سہیلی کے گھر جانے کا بہانہ بنا کر اسی کے ساتھ کہیں جاتی تھی۔ شوکت چوکیدار نے بیٹی کے اغوا کا کیس درج کروادیا۔ پولیس نے جاوید کو برآمد کیا۔ کیس عدالت میں پہنچا تو جج نے والدین اور لڑکی سمیت جاوید کو عدالت میں حاضر ہونے کا نوٹس جاری کر دیا۔ مقررہ تاریخ ۳۱ رمئی کی دوپہر عدالت کے احاطہ میں لوگوں کا جمِ غفیر تھا۔ وکیل حاضر تھے اور جج اپنی کرسی پر براجمان تھا، کمرہ عدالت میں لڑکی داخل ہوئی تو اس نے اپنے باپ کو دیکھتے ہی منہ پھیر لیا۔ بوڑھی والدہ ناتواں جسم لئے کمزور ٹانگوں سے چلتی ہوئی اس کے پاس گئی اور پیار بھرے شیریں لہجے میں بولی:

''بیٹی تم پریشان مت ہونا! ہم آ گئے ہیں......'' رحم دل ماں نے ابھی اپنی بات بھی مکمل نہ کی تھی کہ بدنصیب بیٹی کسی زخمی شیرنی کی طرح دھاڑتی ہوئی بولی، ''یہ سارا ڈرامہ ہے، مجھے کسی نے اغوا نہیں کیا، میں اپنی مرضی سے گئی ہوں اور میں نے اپنی مرضی کے ساتھ شادی کی ہے''۔ شوکت چوکیدار کے وکیل شیخ شاہد نے لڑکی کو سمجھاتے ہوئے کہا: ''بیٹی تمہارے والدین بوڑھے ہیں وہ تمہارے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے''۔ بیٹی نے جواب دیا: ''مجھے والدین کی پروا نہیں، میں جاوید کے ساتھ خوش ہوں اور اس کے ساتھ جاؤں گی''۔

ماں نے بیٹی کا جواب سنا تو زمین پر گر گئی، بوڑھا باپ دیوانہ وار آنسو بہانے لگا، اب جرح کے لئے وکیلوں کے پاس کچھ نہ تھا اور نہ ہی سننے کے لئے جج کے پاس۔

فیصلہ ہو گیا عدالت برخواست ہوئی لوگ گھروں کو چلے گئے کچھ رحم دل انسانوں نے بوڑھے والدین کو دلاسہ دیا۔ سہارا دیکر عدالت سے باہر نکالا۔ لڑکی اپنے محبوب کے ساتھ چلی گئی اور بوڑھے والدین نے آنسوؤں کی برسات میں کہا:

''بیٹی! اگر تم خوش ہو تو خوش رہو، ہم تمہارے لئے مر گئے اور تم ہمارے لئے''۔ اور خالی ہاتھ

گھر واپس آ گئے۔

یہ ایک دن یا ایک جگہ کا واقعہ نہیں، ایسے واقعات پاکستان کے ہر شہر اور ہر گاؤں میں بکثرت ہونے لگے ہے۔ آنے والا ہر دن اور اخبارات میں ایسی خبریں ہر روز شائع ہوتی ہیں۔ یہ کیوں ہوتا ہے......؟ کیسے اور کس طرح ہو جاتا ہے......؟ یہ سوچنے کے لئے نہ جانے ہم کیوں تیار نہیں ہوتے؟ یہ بات ایک گھر......ایک گاؤں......یا پھر ایک شہر کی ہوتی تو بھی مسئلہ سنگین نہ ہوتا لیکن یہ زہر تو پورے معاشرے کی رگوں میں سرایت کر چکا ہے۔ اس سے بڑی سنگ دلی اور کیا ہو سکتی ہے کہ ایک جوان، سمجھ دار اور تعلیم یافتہ لڑکی کے بوڑھے والدین آنکھوں میں اشک لئے بیٹی کے سامنے ہاتھ جوڑے کھڑے ہیں لیکن محبت کی ماری بیٹی اپنے محبوب کے ساتھ جانے پر مصرّ ہے۔

اس قسم کی بیٹیوں کی مثالیں ہمارے معاشرے اور نئی تہذیب سے آراستہ سوسائٹی میں موجود ہیں۔

یہ واقعات اس دلدل کی عکاسی کر رہے ہیں جس میں ہم بری طرح دھنستے چلے جا رہے ہیں۔ آئے روز رونما ہونے والے یہ واقعات خبر کی صورت میں اخباروں کی زینت بنے تاریخ کا حصہ بنتے چلے جا رہے ہیں اور ہماری بے حسی پر منہ چڑا رہے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ ہمارے ہاں ایسے واقعات کیوں رونما ہوتے ہیں......؟ بوڑھے والدین کی اولاد کی جوانی میں یہ رسوائی کیونکر ہوتی ہے......؟ اور رحمت کہلانے والی بیٹی ایک روز زحمت کیوں بن جاتی ہے......؟

اگر ان سب سوالات کو ہم حل طلب نظروں سے دیکھیں تو اس میں سب سے بڑے مجرم خود والدین ہی نظر آتے ہیں۔ ہمارے معاشرے کی سچویشن......میڈیا کی بے باکی......اور تعلیمی اداروں کا مخلوط ماحول......تو قصور وار ہیں ہی لیکن اولاد کے بگاڑ میں ان سب سے بڑا کردار والدین کا ہوتا ہے۔

فاضل مضمون نگار نے ان واقعات کو بیان کرنے کے بعد اپنے معاشرے کی زبوں حالی، اس کے اسباب اور علاج پر اپنے قلم کو جاری رکھا ہے، غیر قوم کی مشابہت، قوم کی بے راہ روی

اور اپنوں کی بے غیرتی کا رونا رویا ہے اور آخر میں اکبر الٰہ آبادی کے اس شعر پر اپنے مضمون کو ختم کیا ہے کہ ؎

حسرت بہت ترقیٔ دختر کی تھی انہیں　　　پردہ جو اٹھ گیا تو گھر سے نکل گئی

میں نے یہ مضمون پڑھا اور اس سے قبل بھی اس قسم کے واقعات پڑھنے اور سننے میں آتے رہے ہیں جن میں سے بعض واقعات پر سے انسان سرسری طور پر گزر جاتا ہے البتہ بعض اپنا اثر دیر تک کے لئے چھوڑ جاتے ہیں۔ جیسے ہندوستان کے ایک شریف گھر کا واقعہ ہے کہ لڑکی والدین کا گھر چھوڑ کر اپنے آشنا کے ساتھ نکل جاتی ہے، والدین پر اس کا اثر بہت ہی گہرا پڑتا ہے، لاکھ جائز و ناجائز تدابیر اختیار کرنے کے باوجود بھی اپنے والدین کے گھر واپس نہیں آتی، بلکہ صورت حال یہاں تک جا پہنچتی ہے کہ والدین اس محلے، محلے کی مسجد اور وہاں سے اپنے کارو بار کو چھوڑ کر دوسری جگہ منتقل ہونے پر مجبور ہو جاتے ہیں، نتیجۂ صرف اپنے محلے اور شہر ہی میں نہیں بلکہ پورے ہندوستان میں یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل جاتی ہے اور حضرتِ والد کو قیامت خیز شرمندگی سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ یہ واقعہ حضرتِ والد کے ذہن پر اتنا گہرا اثر چھوڑتا ہے کہ سالہا سال گزر جانے کے بعد بھی جب لڑکی ان سے اپنی غلطی کی معافی مانگتی ہے تو وہ اسے معاف کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔

معاشرہ کے ایک فرد، ایک داعی اور سب سے پہلے ایک انسان ہونے کے ناطے اس نئے اور پرانے واقعے نے مجھ پر اتنا گہرا اثر ڈالا کہ میں یہ سوچنے پر مجبور ہوا کہ اس بغاوت، بے راہ روی اور جنسی آوارگی کی اصل وجہ کیا ہے؟ اس کا علاج کس طرح ہوسکتا ہے؟ ہماری پاکیزہ شریعت نے اس کا حل کیا رکھا ہے؟ اور وہ کیا غلطی ہے جس کے سبب والدین کو یہ کالے دن دیکھنے پڑتے ہیں؟۔

چنانچہ ۲/ جمادیٰ الاولیٰ ۱۴۲۶ھ بروز جمعرات سعودی عرب، الغاط میں میں نے اپنے ہفتہ واری درس کا عنوان یہ رکھا: ’’لڑکیوں کی بغاوت؟ اسباب و علاج‘‘

//لڑکیوں کی بغاوت؟ اسباب وعلاج//

قرآن وحدیث کی روشنی میں اصل خرابی اور بنیادی غلطی پر تقریباً ایک گھنٹے کی تقریر کی اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ والدین سے لڑکیوں کی بغاوت کا سب سے اہم سبب یہ ہے کہ ان کے والدین خصوصاً والدِ محترم نے لڑکیوں کی نسبت اپنی ذمہ داری کا احساس نہیں کیا، مثلاً وقت پر شادی نہ کی، پردے کا حکم نہ دیا، اختلاط سے نہ بچایا اور اپنے گھر کو فلموں اور ڈراموں کی نمائش سے دور نہ رکھا وغیرہ وغیرہ۔

اس دن اتفاق سے اس مجلس میں بعض ڈاکٹر حضرات بھی موجود تھے خصوصاً ہمارے ایک بڑے ہی محسن ڈاکٹر خالد بٹ صاحب بھی وہاں تشریف فرما تھے، موصوف نے پوری تقریر بغور سنی، پورا ایک گھنٹا ہمہ تن گوش رہے اور مجلس کے اخیر میں جبکہ میں کسی تنقید کے انتظار میں تھا کیونکہ دورانِ تقریر کچھ باتیں ہمارے اسپتالوں میں بے پردگی اور ان میں اختلاط سے متعلق بھی ہوئی تھیں، وہ گویا ہوئے کہ اس موضوع کو آپ تحریری شکل دے دیں کیونکہ یہ بہت اہم ضرورت اور وقت کی آواز ہے، اسے میں چھاپ کر تقسیم کرنے کی کوشش کروں گا۔

محترم ڈاکٹر صاحب کے بڑے احترام کے باوجود میں ان کی خواہش کو عملی جامہ نہ پہنا سکا تھا، جس کا سبب شائد عدم فرصتی کے ساتھ ساتھ یہ تھا کہ یہ کوئی نئی بات نہیں تھی جو ہم نے پیش کی۔

اسی درمیان مذکورہ تقریر کی کیسٹ اور سی ڈی سعودی عرب کے دوسرے شہروں تک پہنچی اور پسندیدگی کی نظر سے دیکھی گئی، بعض جگہ خصوصاً جدہ سے اس موضوع کے اعادہ کا مطالبہ کیا گیا بلکہ بروز جمعہ ۲۳/۶/۱۴۲۶ھ جدہ سمر فیسٹیول کے زیرِ اہتمام قائم کئے گئے ایک عام جلسے میں ہزاروں لوگوں کے سامنے یہ موضوع معمولی تبدیلی کے ساتھ پیش بھی کیا گیا، جبکہ عنوان تھا: ''معاشرے میں فواحش ومنکرات کے غیر معمولی اضافے کے اسباب''۔

اس دوران اس قسم کے متعدد واقعات پڑھنے اور سننے میں آتے رہے اور کئی حادثات تو ہماری رہائش والے شہر و دیہات کے قریب ہی پیش آئے، مثلاً ایک ''ع'' نامی تین بچوں والی عورت اپنے شوہر کے ایک دوست، جو ان کا کرایہ دار بھی تھا، کے ساتھ نکل گئی۔ اسی طرح ایک

سولہ سالہ لڑکی نے اپنے گھر آنے جانے والے ایک نوجوان کے ساتھ، والدین کو روتا چھوڑ کر راہِ فرار اختیار کر لی۔ اسی طرح اٹلی کے باشندہ ایک ایشیائی باپ نے اپنی بیس سالہ بیٹی کو اس کی ماں کی عدم موجودگی میں قتل کر کے اپنے گھر کے باغیچہ میں دفن کر دیا، جس کا جرم یہ تھا کہ وہ ایک اٹالین دوست کے ساتھ شادی کرنا چاہتی تھی جبکہ اہل خانہ کی خواہش تھی کہ اپنے ہی خاندان کے کسی فرد کے ساتھ اس کی شادی کریں۔ [جریدہ الریاض ۲۱/۸/۱۴۲۷ھ]

اس قسم کے متعدد واقعات نے ذہن کو ابھارا کہ اس موضوع پر کچھ لکھنا چاہیے، دوسری طرف عزیزم محمد مقصود علاء الدین سین سلمہ اللہ تعالیٰ بار بار یہ مطالبہ دہراتے رہے کہ اس تقریر کو تحریری شکل دی جائے، کیونکہ حالات کے لحاظ سے یہ بڑا اہم موضوع ہے، جبکہ اصلاح پسند حضرات نادر ہی اس قسم کے موضوعات کو دلیل و مثال کے ساتھ عوام کے سامنے رکھتے ہیں۔

یہ تھی اصل وجہ اس کتابچے کی تالیف کی جس کے ذریعے ہر غیور باپ، بھائی اور ذمہ دار کو یہ دعوت دینا مقصود ہے کہ وہ اپنی ذمہ داری کو محسوس کریں، شرعی حدود سے تجاوز کرنے کی وجہ سے والدین بلکہ پورے خاندان کو جن شرمندگیوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے اس سے بچنے کی واحد راہ یہی ہے کہ ان حدود کی حفاظت کی جائے اور اس حکمِ الٰہی کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھا جائے:

﴿يَآأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا قُوْٓا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيْكُمْ نَاراً وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَآئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ﴾ (التحریم: ٦)

''اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان ہیں اور پتھر، جس پر سخت دل مضبوط فرشتے مقرر ہیں جنھیں جو حکم اللہ تعالیٰ دیتا ہے اس کی نافرمانی نہیں کرتے بلکہ جو حکم دیا جائے بجالاتے ہیں''۔

نیز اس حدیث نبوی کو ہمیشہ یاد رکھیں:

اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے:

((مَا مِنْ عَبْدٍ يَسْتَرْعِيهِ اللّٰهُ رَعِيَّةً يَمُوتُ يَوْمَ يَمُوتُ وَهُوَ غَاشٌّ لِرَعِيَّتِهِ إِلَّا حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ)) [1]

''جس کسی بندے کو اللہ تعالیٰ رعایا کی ذمہ داری دیتا ہے اور اس کی موت اس حالت میں ہوتی ہے کہ وہ اپنی رعایا کے ساتھ دھوکہ کرنے والا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت کو حرام کر دیتا ہے''۔

چنانچہ ہر باپ اپنے زیرِ کفالت اہلِ خانہ کا ذمہ دار ہے، اس پر واجب ہے کہ ان کے ساتھ خیر خواہی کرے، انہیں حرام و حلال کی تعلیم دے، دین و دنیا کے لئے مفید چیزیں بتلائے، نقصان دہ چیزوں سے دور رکھے اور متنبہ کرے ورنہ وہ اپنی رعیت کے ساتھ دھوکہ کرنے والا متصوّر ہوگا، جس کا انجام حدیثِ نبوی ﷺ میں بہت ہی واضح الفاظ میں بتا دیا گیا ہے کہ ''جنت اس پر حرام ہے''۔

ایک اور حدیث میں ارشاد نبی ہے:

((إِنَّ اللّٰهَ سَائِلٌ كُلَّ رَاعٍ عَمَّا اسْتَرْعَاهُ أَحَفِظَ ذٰلِكَ أَمْ ضَيَّعَ؟ حَتّٰى يَسْأَلَ الرَّجُلَ عَنْ أَهْلِ بَيْتِهِ)) [2]

''اللہ تعالیٰ ہر ذمہ دار سے اس کی ذمہ داری میں دی گئی چیزوں سے متعلق سوال کرے گا کہ آیا اس نے اس کی حفاظت کی یا اسے ضائع کر دیا، حتیٰ کہ آدمی سے اس کے اہلِ خانہ سے متعلق بھی سوال کرے گا''۔

مذکورہ آیتِ کریمہ اور حدیثیں کھلے لفظوں میں ہر باپ، بھائی اور گھر کے ذمہ دار کو یہ دعوت دے رہی ہیں کہ وہ اپنے گھر میں کوئی ایسی چیز داخل نہ کریں جو دین و دنیا میں اہلِ خانہ کے لئے خسارے کا سبب بن رہی ہیں۔ وہ اپنی بہن، بیٹی اور بیوی کو کسی ایسی جگہ نہ جانے دیں جہاں جانا

[1] صحیح البخاری: ۷۱۵۱، الاحکام، صحیح مسلم: ۱۴۲، الإیمان بروایت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ۔
[2] النسائی الکبریٰ: ۳۷۷/۵، صحیح ابن حبان: ۴۴۷۶، ۴۶۵/۶، بروایت انس رضی اللہ عنہ، دیکھئے: الصحیحۃ: ۱۶۲۶۔

ان کے لئے جائز نہ ہو۔ اپنی بہن، بیٹی اور بیوی کو ہر ایسے شخص کے سامنے آنے سے روکیں جسے شریعت نے محرم نہیں بنایا، اسی طرح اپنی بہن بیٹی کو ہر ایسی جگہ پڑھنے، کام کرنے اور آنے جانے سے روکیں جہاں مردوزن کا اختلاط اور غیر شرعی طرز رہائش اپنایا گیا ہو، اِلی آخرہ ......ورنہ بعد میں جہاں اس دنیا میں کفِ افسوس ملنا پڑے گا وہیں قیامت کے دن اللہ احکم الحاکمین کے سامنے اپنے اس عمل کی جواب دہی کرنی پڑے گی۔

قارئینِ کرام! واضح رہے کہ اس موضوع کو اختصار کے ساتھ پیش کیا گیا ہے اور تقریر کا جو اصل موضوع تھا اسے قدرے عام شکل دے دی گئی ہے، آیاتِ کریمہ واحادیثِ مبارکہ کی شرح میں علماء کرام کے اقوال نقل کر کے اسے طول نہیں دیا ہے کیونکہ میرا مقصد کوئی کتاب اور علمی مقالہ تحریر کرنا نہ تھا بلکہ عام اور سہل انداز سے بڑے ہی اختصار کے ساتھ دل کی بات عام لوگوں خصوصاً خاندان کے ذمہ دار حضرات کے سامنے پیش کرنا تھا۔ اگر میں اپنے مقصد میں کامیاب رہا تو فبہا ورنہ اہلِ علم وقلم حضرات سے گزارش ہے کہ اس موضوع کی اہمیت کے پیشِ نظر اسے تفصیل سے امت کے سامنے رکھیں تا کہ جہاں ایک طرف امت کی اصلاح کی کوشش میں حصہ دار بنیں وہیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک اپنی ذمہ داری سے بری سمجھے جائیں۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے ہمارے محسن ابوعبدالرحمٰن شیخ شبیر احمد نورانی کو جنھوں نے ان اوراق کو غور سے پڑھا اور کاٹ چھانٹ اور ردوبدل کا مشورہ دیا۔ کہیں کہیں توضیحی نوٹ لگائے جسے میں نے بعینہ حاشیہ میں رکھ دیا ہے، جَزَاہُ اللّٰہُ اَحْسَنَ الْجَزَاء۔

وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ، وَصَلَّی اللّٰہُ وَ سَلَّمَ عَلٰی نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ.

مقصود الحسن فیضی

الغاط، سعودی عرب

۲۰/۱۰/۱۴۲۷ھ

لڑکیوں کی بغاوت؟؛ اسباب وعلاج

ہر شخص جانتا ہے کہ اس وقت نظامِ عالم ہر میدان میں سخت انتشار کا شکار ہے، ہر طرف ایک خلفشار بپا ہے۔ سیاسی طور پر دیکھا جائے تو دنیا کے ہر گوشے میں عجیب سا اضطراب پایا جاتا ہے، ہر صاحبِ بصیرت یہ دیکھ رہا ہے کہ دنیا کے نظامِ سیاست کا مستقبل سخت تاریک ہے۔ نظامِ اقتصاد، نظامِ سیاست سے کچھ بہتر نہیں، کساد بازاری اور مہنگائی اپنے عروج پر ہے، گھر کا ہر فرد کمار ہا ہے پھر بھی گھریلو ضروریات پوری نہیں ہو رہی۔ بڑی بڑی عالمی تجارتی کمپنیاں ٹھپ ہو رہی ہیں، اجتماعی اور معاشرتی نظام بھی نظامِ سیاست واقتصاد سے کچھ بہتر نہیں ہے، لوگوں سے اجتماعیت اور اخلاص ناپید ہوتے جارہے ہیں۔ معاشرہ میں باہمی تعلقات صرف ذاتی مصلحت کی بنیاد پر استوار ہیں، مصلحت بینی لوگوں کا شعار بنتی جارہی ہے۔ ہمدردی، صلہ رحمی اور للہ فی اللہ دوستی برائے نام رہ گئی ہے۔ کتنے ایسے لوگ ہیں جو اپنے قریب ترین رشتہ داروں کے نام تک نہیں جانتے، مسلم و غیر مسلم معاشرہ میں جنسی بے راہ روی صرف تشویشناک ہی نہیں بلکہ خطرناک صورت اختیار کر چکی ہے، بہو بیٹی کے ساتھ زنا اور زنا بالجبر کے واقعات میں غیر معمولی اضافہ ہوا ہے، پالنے پوسنے والے والدین سے لڑکوں اور لڑکیوں کی بغاوت عام دستور بن چکا ہے، سعودی عرب جیسے ملک میں ایک اخباری رپورٹ کے مطابق ایسے حادثات خطرناک صورت اختیار کر چکے ہیں، گھر سے بھاگنے والے لڑکوں اور لڑکیوں کی تعداد (۳۲۸۵) تک پہنچ گئی ہے، جن میں سے (۸۵۰) لڑکیاں ہیں۔[1]

آج سے کئی سال قبل امریکہ میں ایک رپورٹ کے مطابق روزانہ (۱۹۰۰) لڑکیوں کی

[1] روزنامہ الریاض: ۲۶/۴/۱۴۲۷ھ

عصمت دری ہوتی ہے۔ (۱) یعنی ہر چالیس اور پینتالیس سیکنڈ میں ایک زنا بالجبر اور ستم بالائے ستم یہ کہ ان میں (۲۰٪) لڑکیاں خود اپنے والد کی ہوس کا شکار بنتی ہیں اور (۲۶٪) دیگر قریبی رشتہ داروں کی ہوس کا ، اور (۵۱٪) گھر میں آمد و رفت رکھنے والے افراد کا اور باقی صرف (۴٪) رہ جاتا ہے جس کے کرنے والے نامعلوم لوگ ہیں۔

عالمی پیمانے پر جنسی بے راہ روی میں اضافہ، اغوا اور زنا بالجبر کے واقعات اس قدر کثرت سے ہورہے ہیں کہ حکومتوں کے لئے یہ ایک مسئلہ بنا ہوا ہے، بعض حکومتوں نے اس کے تدارک کے لئے مختلف تدبیریں اختیار کی ہیں۔ ہندوستانی حکومت نے عورتوں کے لئے اپنے دفاع کی خاطر لڑکیوں کو تربیت دینا شروع کیا ہے۔ بمبئی یونیورسٹی نے بعض خاص قسم کے لباس پر پابندی لگا دی ہے، وغیرہ وغیرہ۔

اہلِ قلم اور دانشور حضرات اصلاحِ احوال کی خاطر اپنی اپنی رائے پیش کررہے ہیں، کوئی وسائلِ اعلام (ذرائع ابلاغ یا میڈیا) کو ذمہ دار ٹھہرا رہا ہے، کوئی والدین کی سختی سبب بتا رہا ہے، کسی نے گندی ذہنیت اور بہیمیت کو موردِ الزام ٹھہرایا ہے، یہ سب باتیں اپنی جگہ سچ اور مسلّم ہیں لیکن حق یہ ہے کہ یہ ساری چیزیں ایک قانونی حیثیت رکھتی ہیں، ان برائیوں کی اصل وجہ کیا ہے؟ اس کی طرف توجہ نہیں دی جارہی ہے۔

قارئینِ کرام! صحیح بات یہ ہے کہ لڑکیوں کی والدین سے بغاوت اور جنسی بے راہ روی کی اصل وجہ دینِ حق سے دوری، غیر شرعی نظامِ تعلیم، مختلف میدانوں میں مرد و زن کا اختلاط، عورتوں کی آزادی اور بچوں کی صحیح اسلامی تعلیم سے بیگانگی ہے۔ لیکن بدقسمتی سے ان اسباب کی طرف نہ تو حکومت توجہ دے رہی ہے اور نہ ہی مقالہ نگار حضرات (۲) ان اسباب کو سمجھ کر کوئی حل پیش کررہے ہیں۔

---

(۱) یہ اعداد وشمار تو ان زنا بالجبر کے بارے میں ہیں جو رپورٹ ہوتے ہیں، اور جو رپورٹ ہی نہیں ہوتے یا جو زنا بالرضا ہوتے ہیں اس کا اندازہ خود کرلیں کہ یہ ہزاروں میں نہیں لاکھوں میں ہوں گے۔ (نورانی)

(۲) اس سے مراد اخبار و پرچوں میں لکھنے والے قلمکار صحافی ہیں، ورنہ اہلِ علم نے اس موضوع پر وہی کچھ لکھا

//لڑکیوں کی بغاوت؟اسباب وعلاج//

برادرانِ اسلام! آیئے ذرا یہ دیکھیں کہ اسلام نے معاشرہ کو اس بے راہ روی اور بغاوت سے بچانے کے لئے کیا اقدامات کئے ہیں؟ جنہیں قبول نہ کر کے ہمارا معاشرہ خصوصاً اور عالمی معاشرہ عموماً اس موڑ پر پہنچ چکا ہے کہ اسے بربادی سے بچانے کی کوئی صورت نظر نہیں آرہی ہے۔

قارئینِ کرام! جب ہم قرآن مجید اور حدیث رسول ﷺ پر نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے اس قسم کی برائی سے بچنے کے لئے کچھ مثبت (تعمیری) اقدام پیش کئے ہیں اور کچھ منفی (حفاظتی) اقدام۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہر غیرت مند باپ اور ذمہ دار کو چاہئے کہ اپنے معاشرہ کو برائیوں سے پاک وصاف رکھنے کے لئے اور اپنے بچوں کو بغاوت سے بچانے کے لئے کچھ بنیادی احکام پر عمل کریں، اس کا اہتمام کریں اور ان شرعی پابندیوں کا لحاظ رکھیں اور کچھ ممنوعہ کاموں سے پرہیز کریں اور ان پابندیوں کو چھوڑ کر شُتر بے مہار نہ بن جائیں۔

اگر کسی معاشرہ کے سماجی کارکن اور دانشور حضرات چاہتے ہیں کہ ان کا معاشرہ پرامن اور پاک وصاف رہے۔

اگر غیرت مند ماں باپ چاہتے ہیں کہ ان کی لڑکیاں اور لڑکے ان سے بغاوت نہ کریں اور انہیں وہ دن نہ دیکھنا پڑے کہ معاشرے پر ان کے لئے سر چھپانے کی جگہ نہ باقی رہے تو انہیں ان تعلیماتِ الٰہیہ پر لازماً عمل کرنا ہوگا ورنہ جب چڑیاں کھیت چگ جائیں تو پچھتانے سے کچھ نہیں ملتا۔

ہے جسے میں آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔

تعمیری (مثبت) اقدام

① تقویٰ اور خوفِ الٰہی پیدا کرنا:

اس کا مفہوم یہ ہے کہ بندہ کوئی بھی کام کرتے وقت اللہ تبارک وتعالیٰ کو اپنے ساتھ مانے کہ میرے ہر کام پر وہ میرا محاسبہ کرے گا۔ یہ یقین انسان کو کسی کام کے کرنے یا اس سے رکنے کے لئے انتہائی اہم ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوٓا إِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِيمِ﴾ (الأنفال: ٢٩)

''اے ایمان والو! اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہے تو اللہ تعالیٰ تمہیں ایک فیصلہ کی چیز دے گا اور تم سے تمہارے گناہ دور کردے گا اور تم کو بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے''۔

اس آیت میں تقویٰ کے تین فوائد بیان ہوئے ہیں جن میں سے سب سے پہلا فائدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں فرقان عطا فرمائے گا یعنی تمہارے اندر ایسا ملکہ پیدا کردیگا کہ تم اس کے ذریعے حق وباطل، نفع ونقصان، ہدایت وضلالت اور طہارت وغلاظت میں فرق کرلو گے نیز شیطان کے راستے اور رحمٰن کے راستے میں تمیز کرلو گے جس کی وجہ سے تم شیطان کے شر سے محفوظ رہو گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُمْ مُّبْصِرُونَ﴾ (الاعراف: ٢٠١)

''حقیقت میں جو لوگ متقی ہیں ان کا حال تو یہ ہوتا ہے کہ کبھی شیطان کے اثر سے کوئی برا خیال اگر انہیں چھوبھی جاتا ہے تو وہ فوراً چوکنے ہوجاتے ہیں اور پھر

انہیں صاف نظر آنے لگتا ہے (کہ ان کیلئے صحیح طریق کار کیا ہے)''۔

یعنی جب بھی شیطان انہیں کسی غلط کام پر ابھارتا ہے، کسی اجنبی عورت کی طرف غلط نظر اٹھانے کی دعوت دیتا ہے، زنا اور اس کے اسباب کی طرف رغبت دلاتا ہے تو وہ فوراً اللہ کو یاد کر کے اس کے شر سے محفوظ رہ جاتے ہیں۔ سوچنے کی بات ہے کہ ایک طرف حضرت یوسف علیہ السلام جوان عمر تھے، غیر شادی شدہ تھے اور غلامی کی زندگی بسر کر رہے تھے (جو اپنے مالک کے ہی تابع فرمان ہوتا ہے) اور دوسری طرف عزیزِ مصر کی جوان عمر بیوی اپنے آپ کو خود پیش کر رہی ہے، تنہائی ہے اور ان کی طرف جنسی رغبت سے بڑھ رہی ہے، ایسے پُرفتن موقع پر آخر وہ کون سی چیز ہے جس نے انہیں زنا سے محفوظ رکھا؟ کیا فضلِ الٰہی کے ساتھ خوفِ الٰہی اور تقویٰ کے علاوہ کوئی اور چیز تھی جو حضرت یوسف علیہ السلام اور زنا کے درمیان حائل ہو رہی تھی؟ ہرگز نہیں! بلکہ وہ صرف تقویٰ ہی تھا جس نے انہیں اس عظیم آزمائش میں ثابت قدم رکھا۔

یہی وہ تقویٰ ہے جسے اسلام اپنے ماننے والوں میں جاگزیں کرنا چاہتا ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے قبل ایک عورت زنا کا پیشہ کیا کرتی تھی، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ مکرمہ میں اسلام کی دعوت پیش کی تو وہ بھی اسلام میں داخل ہوگئی، زمانۂ جاہلیت میں کسی مرد سے اس کے تعلقات تھے، لیکن بفضلِ الٰہی وہ بھی مشرف باسلام ہو گیا، دونوں کے اسلام لانے کے بعد ایک بار جب تنہائی میں مرد نے اس عورت کی طرف اپنا ہاتھ بڑھانا چاہا تو اس مبارک بی بی نے یہ کہتے ہوئے اپنے آپ کو بچا لیا:

''فَإِنَّ اللّٰهَ قَدْ أَذْهَبَ الشِّرْکَ وَ جَاءَ بِالْإِسْلَامِ''

''ٹھہر جاؤ، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اب شرک کا خاتمہ کر دیا اور اسلام کا دور آ گیا (اور اب اس قسم کے گندے کاموں کی گنجائش نہیں رہی)''۔ [1]

سوال یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اور اس کا خوف دامن گیر نہ ہوتا تو وہ عورت اور وہ مرد

[1] مسند احمد ۴/۸۷، صحیح ابن حبان، ۱۴۴۵۵ الموارد، دیکھئے: صحیح الموارد للالبانی۔

جن کی سابقہ زندگی برائی میں گزر رہی تھی اس طرف دوبارہ کیوں نہ پلٹتے؟

تقویٰ کا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ سابقہ گناہوں سے خلاصی مل گئی۔ اور تیسرا فائدہ یہ بیان ہوا ہے کہ جب مغفرت کا پروانہ مل گیا تو گویا یہ کہہ دیا گیا کہ سابقہ غلطیوں سے اب تم پاک صاف ہو، آئندہ احتیاط سے کام لینا، یہی تقویٰ کا خلاصہ ہے۔

② فطرتی غیرت کو بیدار کرنا:

اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان بھائی کے لئے خیر و بھلائی کا جذبہ اپنے دل میں رکھے اور ہر قسم کے شر و برائی سے جس طرح خود دور رہنا پسند کرتا ہے اسی طرح دوسروں کو بھی بچائے۔ چنانچہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ [مِنَ الْخَيْرِ])) [1]

”تم میں کا کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اپنے بھائی کے لئے خیر کی وہی چیز پسند نہ کرے جو خود اپنے لئے پسند کر رہا ہے“۔

ایک دوسری حدیث میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

((وَأَحِبَّ لِلنَّاسِ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ تَكُنْ مُؤْمِناً)) [2]

”جو اپنے لئے پسند کرتے ہو وہی بھلائی لوگوں کے لئے بھی پسند کرو تو سچے مسلمان بن جاؤ گے“۔

سچ کہا ہے حالیؔ مرحوم نے

یہ پہلا سبق تھا کتابِ ہدیٰ کا — کہ ہے ساری مخلوق کنبہ خدا کا

[1] صحیح البخاری: ۱۳، الایمان، صحیح مسلم: ۴۵، الایمان، سنن النسائی: ۵۰۲۰ الایمان، مسند احمد: ۲۰۶/۳، ۲۰۶۱۳، بروایت انس رضی اللہ عنہ۔ لفظ ”الخیر“ کی زیادتی سنن نسائی اور مسند احمد کی ہے۔

[2] مسند احمد: ۳۰۱/۲، سنن ترمذی: ۲۳۰۵، الزہد، الادب المفرد: ۲۵۲، بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، دیکھئے: الصحیحہ ۷۲۔

وہی دوست ہے خالق دو سرا کا خلائق سے ہے جس کو رشتہ ولا کا

یہی ہے عبادت یہی دین وایماں

کہ کام آئے دنیا میں انساں کے انساں

مقصود یہ ہے کہ جب انسان اپنے بھائی کے نفع ونقصان کو اپنا نفع ونقصان سمجھے گا، اپنے بھائی کی بہن بیٹی کو اپنی بہن بیٹی تصوّر کرے گا تو جب بھی اس کے دل میں کوئی ناپاک جذبہ اٹھے گا وہ فوراً اسے دبا دے گا اور کوئی عملی اقدام کرنے سے قبل بار بار سوچنے پر مجبور ہوگا کہ یہ ایسی نازیبا حرکت ہے کہ جسے کوئی بھی فرد بشر پسند نہیں کرتا۔ درج ذیل حدیثِ نبوی ﷺ میں انسان کے اسی جذبہ کو ابھارا گیا ہے اور اس کی فطرتی غیرت کو جگایا گیا ہے، چنانچہ مشہور صحابیٔ رسول ﷺ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک نوجوان خدمتِ نبوی ﷺ میں حاضر ہوا اور عرض پرداز ہوا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ مجھے زنا کی اجازت دیدیجئے، یہ سن کر لوگ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور اسے جھڑکنے لگے، آپ ﷺ نے لوگوں کو منع فرمایا اور نوجوان سے فرمایا کہ میرے قریب آجاؤ، چنانچہ وہ آپ ﷺ کے قریب آکر بیٹھ گیا، آپ ﷺ نے پوچھا:

((أَتُحِبُّهُ لِأُمِّكَ)) ''کیا تم زنا کو اپنی ماں کے لئے پسند کرتے ہو؟''

اس نے جواب دیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں آپ پر قربان جاؤں اللہ کی قسم مجھے یہ پسند نہیں ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اسی طرح لوگ بھی اپنی ماؤں کے لئے پسند نہ کریں گے، آپ ﷺ نے پھر سوال فرمایا:

((أَفَتُحِبُّهُ لِابْنَتِكَ)) ''کیا پھر تم اسے اپنی بیٹی کے لئے پسند کرتے ہو؟

اس نے جھٹ سے جواب دیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں آپ پر قربان جاؤں، اللہ کی قسم مجھے یہ پسند نہیں ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہ ہی لوگ زنا کو اپنی بیٹیوں کے لئے پسند کریں گے، آپ ﷺ نے پھر ارشاد فرمایا:

((أَفَتُحِبُّهُ لِأُخْتِكَ)) تو کیا پھر اپنی بہن کے لئے زنا پسند کرتے ہو؟

اس نے جواب دیا: میں آپ پر قربان جاؤں اللہ کی قسم! میں اسے پسند نہیں کرتا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اور لوگ بھی اپنی بہنوں کے لئے یہ پسند نہیں کریں گے، آپ ﷺ نے مزید سوال فرمایا:

((أَفَتُحِبُّهُ لِعَمَّتِكَ)) ''تو کیا تم اپنی پھوپھی کے لئے زنا کو پسند کرتے ہو؟'' اس نے جواب دیا: مجھے اللہ آپ پر قربان کردے، اس کی قسم! میں اسے پسند نہیں کرتا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اور نہ ہی لوگ زنا کو اپنی پھوپھیوں کے لئے پسند کریں گے، آپ ﷺ نے مزید اس سے سوال کیا:

((أَفَتُحِبُّهُ لِخَالَتِكَ)) ''تو کیا تو اس کام کو اپنی خالہ کے لئے پسند کرتا ہے؟'' اس نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر قربان کردے، اس کی قسم! میں اسے اپنی خالہ کے لئے بھی پسند نہیں کرتا، آپ ﷺ نے فرمایا: اور لوگ بھی اس کام کو اپنی خالہ کے لئے پسند نہ کریں گے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے اپنا دستِ مبارک اس پر رکھا اور فرمایا:

((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ ذَنْبَهُ وَطَهِّرْ قَلْبَهُ وَحَصِّنْ فَرْجَهُ)) [1]

''اے اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف کردے، اس کے دل کو پاک کردے اور اس کی شرمگاہ کو محفوظ فرما''۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد وہ نوجوان کسی گناہ کی طرف متوجہ نہیں ہوتا تھا۔

حدیث کا مفہوم بالکل واضح ہے کہ جب تم اس غلیظ کام کو اپنی ماں، بہن اور بیٹی وغیرہ کے لئے پسند نہیں کرتے تو دوسروں کی ماں، بہن، بیٹی کیلئے کیونکر پسند کرتے ہو بلکہ تمہیں چاہئے کہ ہر مسلمان حتیٰ کہ ہر انسان کی بہن بیٹی کی عزت کا پاس ولحاظ رکھو، یہ حدیث امام ابن جریر رحمہ اللہ نے بھی روایت کی ہے اور اس کے آخر میں اتنا اضافہ ذکر ہے:

[1] مسند احمد: ۵/۲۵۶و۲۵۷، الطبرانی الکبیر: ۷۶۷۹، ۸/۱۹۰، دیکھئے: الصحیحہ: ۳۷۰۔

((فَاكْرَهْ مَا كَرِهَ اللّٰهُ وَأَحِبَّ لِأَخِيكَ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ)) [1]

"چنانچہ جس چیز کو اللہ ناپسند کرتا ہے اسے تم بھی ناپسند کرو اور اپنے بھائی کے لئے بھی وہی چیز پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو"۔

قارئینِ کرام! یہ بڑا اہم نکتہ ہے اور حکیم الأنبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی یہ عمدہ تعلیم ہے جسے تمام لوگوں میں عام کرنے کی ضرورت ہے، کاش کہ ہمارے معاشرہ کے وہ لوگ جن کا کام ہی لوگوں کی عزتوں پر ڈاکہ ڈالنا ہے اس فرمانِ نبوی ﷺ پر غور کر لیتے اور لوگوں کی عزت و ناموس پر حملہ آور ہونے کی بجائے اس کی حفاظت کرتے کیونکہ نتیجۃً یہ خود ان کی اپنی عزت و ناموس کی حفاظت کا راستہ ہے۔

③ شادی کا حکم:

شریعت نے اس سلسلہ میں تیسرا تعمیری قدم یہ اٹھایا ہے کہ جب بچے بالغ ہو جائیں تو گویا وہ شادی کے مرحلہ میں پہنچ چکے ہیں، اب ان کی شادی کر دینی چاہیے، کیونکہ اولاً تو ایک شادی شدہ شخص خواہ وہ مرد ہو یا عورت جب اپنے شریک حیات کے ساتھ زندگی گزار رہا ہوگا تو اس کی جنسی شہوت قابو میں ہوگی، ثانیاً جب کبھی جنسی شہوت کا ابھار ہوگا تو اسے پورا کرنے کا حلال راستہ موجود ہوگا، چنانچہ اللہ کے رسول ﷺ نے اس نکتہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا ہے:

((إِنَّ الْمَرْأَةَ تُقْبِلُ فِي صُورَةِ شَيْطَانٍ وَتُدْبِرُ فِي صُورَةِ شَيْطَانٍ فَإِذَا رَأَى أَحَدُكُمُ امْرَأَةً أَعْجَبَتْهُ فَلْيَأْتِ أَهْلَهُ فَإِنَّ ذَلِكَ يَرُدُّ مَا فِي نَفْسِهِ)) [2]

"عورت شیطان کی شکل میں سامنے سے آتی ہے اور شیطان کی صورت میں واپس جاتی ہے، اِسلئے اگر کوئی شخص کسی عورت کو دیکھے جو اسے متاثر کر دے تو

---

[1] الفتح الربانی: ۱۶/۱۷۔

[2] صحیح مسلم: ۱۴۰۳، النکاح، سنن ابوداود: ۲۱۵۱، النکاح، مسند احمد: ۳/۳۳۰ بروایت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، الفاظ مسند احمد کے ہیں۔

اپنی بیوی کے پاس آ کر اپنی ضرورت پوری کر لے کیونکہ اس طرح اسکے نفس میں جو شہوت ابھری ہے ختم ہو جائے گی''۔

ایک دوسری روایت میں ہے:

((إِذَا رَأَى أَحَدُكُمُ امْرَأَةً فَأَعْجَبَتْهُ فَلْيَأْتِ أَهْلَهُ فَإِنَّ مَعَهَا مِثْلُ الَّذِي مَعَهَا)) [1]

''جب تم میں سے کوئی کسی عورت کو دیکھے جس کا منظر اسے متاثر کردے تو اسے چاہئے کہ اپنی بیوی کے پاس جائے کیونکہ اسکے پاس بھی وہی چیز ہے جو اس کے پاس ہے''۔

اس امر کی اہمیت کے پیش نظر شادی کے سلسلہ میں شریعت نے لوگوں کو تین ہدایات دی ہیں آج انہیں ہدایات پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے ہمارا معاشرہ جنسی بے راہ روی کے دلدل میں پھنستا چلا جارہا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ لڑکیوں کی بغاوت کی بھی بہت بڑی وجہ یہی ہے:

۱۔شادی کی ترغیب اور بعض حالات میں اسے واجب قرار دیا ہے۔

۲۔شادی کے معاملات کو آسان سے آسان تر کرنے کی ترغیب دی ہے۔

۳۔بلوغت کے بعد سے لیکر آخری عمر تک کسی عمر میں شادی پر پابندی نہیں رکھی ہے۔

(۱) شادی کے بارے میں ترغیب سے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَأَنكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ ۚ إِن يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ ۗ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ﴾ (النور: ۳۲)

''تم میں سے جو مرد اور عورت بے نکاح ہیں ان کا نکاح کردو، اور اپنے نیک بخت غلاموں اور لونڈیوں کا بھی، اگر وہ مفلس ہوں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے غنی کردے گا، اللہ تعالیٰ کشادگی والا اور علم والا ہے''۔

[1] سنن ترمذی: ۱۱۵۸، الرضاع، سنن الدارمی: ۲/۱۴۶، بروایت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، دیکھئے: الصحیحہ ۲۳۵۔

اللہ کے رسول ﷺ نے نوجوانوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

((يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ! مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَ أَحْصَنُ لِلْفَرْجِ وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ)) [1]

''اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں جو صاحبِ استطاعت ہو وہ شادی کرلے، کیونکہ شادی نظریں نیچی رکھنے اور شرمگاہ کی حفاظت کا ذریعہ ہے اور جس کے پاس شادی کی استطاعت نہ ہو اسے روزہ رکھنا چاہئے، یہ اس کی شہوت کی تیزی کو کمزور کردے گا''۔

حدیث کا مفہوم بالکل واضح ہے کہ شادی انسان کے لئے بدنگاہی (جو شہوت کی ابتدائی منزل ہے) اور زنا (جو شہوت کی آخری منزل ہے) سے بچاؤ کا ذریعہ ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ نے لڑکیوں کے اولیاء امور کو بھی یہی حکم دیا ہے کہ:

((إِذَا أَتَاكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ دِينَهُ وَخُلُقَهُ فَزَوِّجُوهُ ، إِلَّا تَفْعَلُوهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ عَرِيضٌ)) [2]

''جب تمہارے پاس (تمہاری لڑکی کا ہاتھ مانگنے کے لئے) کوئی ایسا شخص آجائے جس کے دین واخلاق سے تم راضی ہو تو اس سے اپنی لڑکی کی شادی کردو، اگر تم لوگوں نے ایسا نہیں کیا تو زمین میں فتنہ اور بڑا فساد ہوگا''۔

یعنی تمہاری نظر دین پر نہ رہی اور تم دنیاوی مفاد اور مادہ پر نظریں جمائے رہے تو بہت سی عورتیں اور مرد بے نکاح رہ جائیں گے جس سے معاشرہ میں بے راہ روی، زنا بالجبر، جنس پرستی اور اغوا کے واقعات کثرت سے پیش آئیں گے اور آہستہ آہستہ معاشرہ قتل وغارت گری کا بازار بن جائے گا۔

[1] صحیح البخاری: ۵۰۶۶، النکاح، صحیح مسلم: ۱۴۰۰، النکاح، بروایت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔

[2] سنن ترمذی: ۱۰۸۴، النکاح، سنن ابن ماجہ: ۱۹۶۷، النکاح، مستدرک الحاکم: ۲/ ۱۶۴، بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، دیکھئے: صحیح الجامع: ۲۷۰، ۱/ ۱۱۲۔

آج ہر دیدۂ عبرت نگاہ رکھنے والا شخص مشاہدہ کر رہا ہے کہ جب سے مسلمانوں نے اس ارشادِ نبوی ﷺ سے روگردانی کی ہے اس وقت سے معاشرہ مین زنا، گھر سے فرار اور والدین سے بغاوت کے واقعات کثرت سے پیش آرہے ہیں۔

② شادی سے متعلق اسلام نے دوسری ہدایت یہ دی ہے کہ فضول خرچی اور غیر ضروری اخراجات سے پرہیز کیا جائے، زوجین، یا ان کے اولیاء امور کو اس بات کی تلقین کی گئی ہے کہ ایک دوسرے سے ایسا مطالبہ نہ کریں جو اس کے لئے بوجھ ہو اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے:

((خَيْرُ النِّكَاحِ أَيْسَرُهُ)) [1]

''سب سے زیادہ خیر و بھلائی کا حامل وہ نکاح ہے جو سب سے زیادہ آسان ہو''۔

ایک اور حدیث میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

((إِنَّ مِنْ يُمْنِ الْمَرْأَةِ تَيْسِيرُ خِطْبَتِهَا وَتَيْسِيرُ صَدَاقِهَا وَتَيْسِيرُ رَحِمِهَا)) [2]

''کسی عورت کی منگنی کا آسان ہونا، مہر کا ہلکا ہونا اور رحم کا آسان [3] ہونا اس کے بابرکت ہونے کی دلیل ہے''۔

اس کے برعکس جس عورت کی منگنی اور شادی پر جس قدر زیادہ خرچ ہو، حمل اور ولادت کے موقع پر پریشان کن ہو وہ اس کے سیاہ بخت ہونے کی دلیل ہے، جیسا کہ خود راوئ حدیث حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اس کی صراحت کی ہے، چنانچہ یہ حدیث بیان کرتے ہوئے انھوں نے فرمایا: ''اور میں اپنی طرف سے کہتا ہوں کہ عورت کی منگنی کا مشکل ہونا، مہر کا زیادہ ہونا اور رحم کا مشکل ہونا اس کے سیاہ بخت ہونیکی دلیل ہے''۔

[1] سنن ابوداود: ۲۱۱۷، النکاح، صحیح ابن حبان: ۴۰۶۰، ۱۹۶/۶، بروایت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ، دیکھئے: الصحیحہ: ۱۸۴۲۔

[2] مسند احمد: ۷۷/۱، صحیح ابن حبان: ۴۰۸۲، ۲۰۸/۶، الطبرانی الاوسط: ۳۶۳۷، بروایت عائشہ رضی اللہ عنہا، دیکھئے: صحیح الجامع: ۴۴۲/۱۔

[3] اس سے مراد حمل وولادت میں سہولت اور آسانی ہے۔

ایک اور حدیث میں ارشاد نبوی ﷺ ہے:

((إِنَّ أَعْظَمَ النِّكَاحِ بَرَكَةً أَيْسَرُهُ مُؤْنَةً)) [١]

''سب سے زیادہ بابرکت نکاح وہ ہے جو خرچ کے لحاظ سے آسان ہو''۔

آج ہر شخص دیکھ رہا ہے کہ بطورِ خرچ شادی کے معاملے کے مشکل ہوجانے اور خرچ کا بوجھ [٢] بڑھ جانے کی وجہ سے کتنے ہی نوجوان ہیں جو غلط راستہ اختیار کرنے پر مجبور ہوگئے ہیں اور کتنی ہی جوان لڑکیاں ہیں جنھوں نے اپنے والدین اور خاندان سے بغاوت کرکے فرار اختیار کرلیا ہے یا پھر ''کال گرل'' کا رول ادا کررہی ہیں، علاوہ ازیں خفیہ عشق و معاشقہ، زنا، لواطت، سحاق (چپٹی لڑانا) اور دیگر غیر اخلاقی امور وغیرہ فطری افعال ہمارے معاشرہ کا حصہ بن چکے ہیں، اس میں بہت بڑا دخل شادی کے معاملہ کا مشکل اور مہنگا ہونا ہے۔

③ شادی کے سلسلہ میں شریعت نے تیسری ہدایت یہ دی ہے کہ اسلام میں بلوغت کے بعد شادی کے لئے کسی وقت اور عمر کی قید نہیں ہے اور نہ ہی یہ کوئی شرط ہے کہ ایک بار تو شادی کرلی جائے لیکن جب چند سالوں کے بعد دو ایک بچے ہوجائیں اور بیوی کا انتقال ہوجائے یا کسی وجہ

[١] مسند احمد: ٨٢/٦، شعب الایمان للبیہقی: ٦١٦۴، ٥٠٢/٨، النسائی الکبریٰ: ۴٠٢/٥، بروایت عائشہ رضی اللہ عنہا، یہ روایت اگرچہ سنداً ضعیف ہے، لیکن سابقہ دونوں حدیثوں سے اس کی تائید ہوتی ہے اس لئے اس سے استفادہ کیا گیا ہے۔

[٢] یہ ایسا موضوع ہے جس کے نقصانات کو آج معاشرہ کا ہر فرد محسوس کررہا ہے اور حکومتی سطح پر بھی اس کے خلاف کوششیں ہورہی ہیں، جیسے سعودی عرب میں بعض قبائل کے یہاں مہر کی رقم ایک متعینہ مقدار مقرر ہے کہ اس سے آگے نہیں بڑھایا جاسکتا، پاکستانی حکومت نے کھلے عام اور میدان میں دعوتِ ولیمہ پر پابندی لگادی ہے وغیرہ وغیرہ۔

لیکن فی الواقع مسئلہ کا اصل حل یہ ہے کہ ہر شخص اپنے ضمیر کو آواز دے اور معاشرے میں ایسی رسومات کی وجہ سے آنے والی خرابیوں کے نتائج پر توجہ دے تو اصلاح بہت آسان ہوسکتی ہے۔ یہ بات صحیح ہے کہ یہ کام اتنا آسان نہیں ہے لیکن پھر بھی کسی کو تو پہل کرنی ہوگی۔ اگر اہل علم حضرات اور معاشرہ کے سرکردہ لوگ آگے بڑھیں تو کام آسان ہوجائے، کیونکہ عام لوگ تو چاہے نہ چاہے تقلید ہی کیا کرتے ہیں' مثال نہیں بن سکتے۔

سے بیوی جنسی خدمت کے قابل نہ رہے تو دوبارہ شادی نہ کی جائے ،نہیں ! ایسا ہرگز نہیں ہے، بلکہ اسلام نے شادی کے بارے میں کھلی آزادی دی ہے کہ حسبِ ضرورت وحاجت ہر شخص خواہ وہ اپنی عمر کے کسی بھی حصہ میں ہو شادی کر سکتا ہے بلکہ اسے شادی کر لینی چاہیئے کیونکہ اس میں طرفین کی عفت وپاکدامنی ہے، البتہ یہ ضروری ہے کہ شادی کے آداب وواجبات کوملحوظ رکھا جائے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَاَنۡكِحُوا الۡاَيَامٰى مِنۡكُمۡ وَالصّٰلِحِيۡنَ مِنۡ عِبَادِكُمۡ وَاِمَآئِكُمۡ ؕ اِنۡ يَّكُوۡنُوۡا فُقَرَآءَ يُغۡنِهِمُ اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيۡمٌ﴾(النور: ۳۲)

’’تم میں سے جو مرد اور عورت بے نکاح ہیں ان کا نکاح کر دو، اور اپنے نیک بخت غلاموں اور لونڈیوں کا بھی، اگر وہ مفلس ہوں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے غنی کر دے گا، اللہ تعالیٰ کشادگی والا اور علم والا ہے‘‘۔

اس آیت میں ہر ایسے شخص کی شادی کر دینے کا حکم ہے جس کے ساتھ اس کا رفیقِ حیات نہیں ہے، خواہ وہ مرد ہو یا عورت خواہ وہ پہلے سے شادی شدہ ہو یا کنوارا، یہاں نہ تو کسی عمر کی قید ہے نہ ہی وقت کی بلکہ ہر اس شخص کے لئے شادی کا حکم ہے جو اس کا ضرورت مند ہو اور اس کے ساتھ اس کا رفیقِ حیات نہ ہو، مزید اس بات کی بھی وضاحت ہے کہ فقر وغربت کو اس بارے میں حائل نہیں ہونا چاہیئے، بلکہ اللہ تعالیٰ پر اعتماد کر کے ہر صاحبِ حاجت کو یہ قدم اٹھا لینا چاہیئے۔ عین ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ شادی کی برکت سے اس کے فقر وفاقہ کو مالداری اور کشادگی میں تبدیل کر دے، اس کی تائید اللہ کے رسول ﷺ کے اس فرمان سے بھی ہوتی ہے کہ:

((ثَلَاثٌ كُلُّهُمْ حَقٌّ عَلَى اللّٰهِ عَوْنُهُ: اَلْمَجَاهِدُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَالنَّاكِحُ الْمُسْتَعْفِفُ، وَالْمُكَاتَبُ الَّذِي يُرِيْدُ الْأَدَاءَ)) [1]

[1] مسند احمد: ۲۵۱/۳، سنن الترمذی: ۱۶۵۵، الجہاد، مستدرک الحاکم: ۶۰/۲، دیکھئے: صحیح الجامع ۳۰۵۲، ۵۸۵/۱۔

''تین قسم کے لوگ وہ ہیں جن کی مدد اللہ تعالیٰ پر واجب ہے: ① اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا، ② شادی کرنے والا جو عفت و پاکبازی کا خواہاں ہو، ③ وہ غلام جو اپنا بدلِ مکاتبت ادا کرنا چاہتا ہو۔''

ہم اپنے اسلاف کی زندگی دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس بارے میں بالکل ہی سادہ وارد ہوئے تھے، خصوصاً اس امت کا سب سے افضل حلقہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے یہاں نہ کوئی تکلف تھا، اور نہ ہی شادی کے بارے میں کوئی حیاء مانع تھی نہ کسی عمر و وقت کا لحاظ رکھتے تھے بلکہ حسبِ حاجت و ضرورت شادی کے لئے قدم بڑھا دیتے تھے، کیونکہ ان کے نزدیک اہم چیز اپنی عزت و عصمت اور دین کی حفاظت تھی، اس لئے ان کے یہاں بغیر کسی خاص مجبوری کے کسی شخص کا بغیر شادی کے زندگی گزارنا بڑے عیب کی بات سمجھی جاتی تھی، بلکہ ہر ایسا شخص خواہ وہ مرد ہو یا عورت جو قدرت کے باوجود شادی نہ کرتا تھا وہ مشکوک نگاہوں سے دیکھا جاتا تھا، چند نمونے ملاحظہ ہوں:

[۱] مشہور تابعی حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھ سے پوچھا کہ تم نے شادی کر لی؟ میں نے جواب دیا: نہیں، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تمہیں چاہئے کہ تم شادی کر لو کیونکہ اس امت کا سب سے افضل شخص (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) سب سے زیادہ بیویوں والے تھے۔ [1]

[۲] حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ اگر میری عمر کا ایک دن بھی باقی ہو تو میں چاہوں گا کہ اس رات بھی میری کوئی بیوی ہو۔ [2]

[۳] ابراہیم بن میسرہ کہتے ہیں کہ مجھ سے طاؤسؒ نے کہا: ''تم شادی کر لو ورنہ میں تمہارے بارے میں وہی کہوں گا جو ابو الزوائد سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ

[1] صحیح البخاری: ۵۰۶۹، النکاح، سنن سعید بن منصور: ۱۳۹/۲۔
[2] مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۹/۴، مصنف عبدالرزاق: ۱۷۰/۶۔

تم نے شادی نہیں کی تو اس کا معنیٰ یہ ہے کہ یا تو مردانہ طاقت نہیں رکھتے یا پھر گناہ کرتے ہو"۔ ﴿۱﴾

کتبِ حدیث اور سلف کی سیرت وتراجم میں اس قسم کے اقوال کثرت سے پائے جاتے ہیں جن کے تفصیلی ذکر کی یہاں ضرورت نہیں ہے، یہاں صرف یہ واضح کرنا ہے کہ اسلام میں بلوغت کے بعد شادی کے لئے کسی عمر و وقت کی قید نہیں، بلکہ سارا معاملہ حاجت وضرورت اور استطاعت پر منحصر ہے۔

بد قسمتی سے ان واضح تعلیمات کے باوجود ہمارے یہاں لوگ دو اہم غلطیاں کرتے ہیں جن کے نتیجہ میں معاشرہ بری طرح فحاشی و برائی کے دلدل میں پھنستا جارہا ہے:

[۱] مرد وعورت کی شادی میں غیر معمولی تاخیر سے کام لیا جاتا ہے، چنانچہ اگر کوئی لڑکی بیس سال کی عمر میں اور لڑکا تئیس و چوبیس سال کی عمر میں شادی کر لیتا ہے تو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس نے شادی کرنے میں جلدی سے کام لیا ہے، بلکہ والدین عمومی طور پر اس عمر میں اپنے بچوں کی شادی کے بارے میں سوچتے ہی نہیں، مجھے ایک انیس سالہ لڑکی کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ اس نے کسی لڑکے سے محبت کا اظہار کیا اور گھر والوں سے شادی کی خواہش ظاہر کی تو اس کے گھر والوں پر تو گویا قیامت ٹوٹ پڑی، سبھوں نے سخت ناراضگی کا اظہار کیا، اس سے بات کرنا ترک کر دیا اور ایک بھائی نے تو اسے مارنا چاہا اور کہنے لگا کہ تیس تیس سال کی لڑکیاں پڑی ہیں اور وہ شادی نہیں کر رہی ہیں اور تو کل کی بچی شادی کرنا چاہتی ہے!

سبحان اللہ! دیکھیں کہ معاشرہ کس اعتبار سے سوچ رہا ہے؟

قارئینِ کرام! اس تاخیر کا ایک منطقی، فطری اور واضح نتیجہ یہ ہے کہ نوجوان خواہ مرد ہو یا عورت اگر وہ شادی میں تاخیر کر رہا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی فطری ضرورت پوری کرنے کے لئے کوئی غلط راستہ اختیار کر رہا ہے، خواہ اس کی کوئی بھی صورت ہو یا اپنی فطری ضرورت کو دبا کر صحت کا کباڑا کر رہا ہے اور یہ دونوں ہی خطرناک ہیں۔

﴿۱﴾ سنن سعید بن منصور: ۱/۲۹۱،۴۹۱، مصنف عبدالرزاق: ۶/۱۷۰۔

قارائینِ کرام! یہ میرا ذاتی خیال نہیں بلکہ غیر مسلم دانشور اور نوجوانوں کے معاملات سے دلچسپی رکھنے والے حضرات بھی اس کا اقرار کرتے ہیں، چنانچہ مشہور ہندی اخبار ''دینک جاگرڑ'' جو ہندوستان کے متعدد شہروں سے شائع ہوتا ہے، اس کے ۲۸/اکتوبر ۲۰۰۶ء کے شمارہ میں ایک مضمون شائع ہوا تھا جس کا عنوان تھا ''دیر سے شادی'' اس مضمون کی لکھنے والی ایک خاتون ہیں جن کا نام ''بملا پاٹل'' مذکور تھا۔ اس مضمون میں دیر سے شادی اور اس کے اسباب سے متعلق اس خاتون نے بڑی قیمتی گفتگو کی ہے، دیر سے شادی کے متعدد اسباب کا ذکر ہے جن میں سے سب سے پہلا سبب یہ مذکور ہے کہ زیادہ نوجوان لڑکے لڑکیاں کم عمری میں جنسی تعلقات قائم کر چکے ہوتے ہیں اور جب آزادی سے انہیں اپنی شہوت رانی کی جگہ مل جاتی ہے تو وہ شادی کے بندھن میں بندھنا کیوں گوارا کریں گے؟ [۱]

[۲] شادی کے بارے میں دوسری غلطی یہ ہوتی ہے کہ اگر کوئی مرد یا عورت چالیس سال کے قریب ہو اور اس کا شریکِ حیات وفات پا جائے تو اس کے لئے شادی کرنا بہت بڑا عیب سمجھا جاتا ہے، حتیٰ کہ خود اس کے ماں، باپ اور بھائی بندو غیرہ اسے پسند نہیں کرتے جبکہ شادی سے بچنے کی وجہ سے بہت برے نتائج سامنے آتے ہیں جن میں سے دو نتیجے بہت عام ہیں:

1۔ اخلاقی برائیوں کی کثرت خاص کر مردوں کی طرف سے، چنانچہ بہو، بیٹی، اور دیگر محارم کے ساتھ زنا کے جو گھناؤنے جو واقعات پیش آرہے ہیں اگر آپ ان واقعات پر غور کریں تو عمومی طور پر آپ کو ایسے لوگ ملیں گے کہ زانی کی حالت بالعموم دو صورتوں سے باہر نہ ہوگی:

اول: اس کی بیوی کا انتقال ہو گیا اور اس نے دوسری شادی نہیں کی۔

دوم: بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بیوی قربت نہیں چاہتی جبکہ خاوند میں رقوت اور تقاضا موجود ہوتا ہے۔

[۱] دیکھئے: ''دینک جاگرڑ'' بروز سنیچر ۲۸/اکتوبر ۲۰۰۶ء ضمیمہ بنام سنگینی، ص ۱ و ۳۔

اور یہ بھی واضح رہے کہ ہمارے معاشرہ میں تعددِ زوجات ایک نا قابلِ معافی جرم سمجھا جاتا ہے۔

2۔ذہنی الجھن اور نفسیاتی امراض:

سچ فرمایا خالقِ کائنات نے:

﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ﴾(روم: ۲۱)

''اوراس کی نشانیوں میں سے ہے کہ تمہاری ہی جنس سے بیویاں پیدا کیں تاکہ تم ان سے سکون پاؤ، اس نے تمہارے درمیان محبت اور ہمدردی قائم کردی، یقیناً غوروفکر کرنے والوں کے لئے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں''۔

سعودی عرب کے مشہور اخبار''الریاض'' میں جرمنی اور مصر کے تحقیقاتی شعبوں کے حوالے سے ایک رپورٹ چھپی ہے جس سے میرے سابقہ دعوے کی تائید ہوتی ہے، چنانچہ اس تحقیق میں مذکور ہے کہ جو لوگ اپنی شریکِ حیات کے ساتھ زندگی گزارتے ہیں خواہ مرد ہوں یا عورت ان کی نفسیاتی صحت ان لوگوں کے مقابلہ میں کہیں اچھی ہوتی ہے جو اکیلے زندگی گزارتے ہیں، اس تحقیق میں مزید یہ بھی مذکور تھا کہ شادی جسقدر جلد کی جائے بلڈ پریشر، ہارٹ پرابلم اور دماغی بیماریوں کا احتمال اسی قدر کم ہوتا ہے۔[1]

[1] جریدۃ الریاض بتاریخ ۱۹؍شعبان ۱۴۲۷ھ مطابق ۱۲؍ستمبر ۲۰۰۶ء کا آخری صفحہ۔

منفی اقدامات

① فواحش ومنکرات کی اشاعت پر پابندی:

کسی بھی معاشرہ میں اخلاقی برائیوں کے عام ہونے کا ایک بہت بڑا سبب یہ ہوتا ہے کہ اس معاشرہ میں زنا اور اس کے متعلقہ مواد اور خبروں کو عام کیا جاتا ہے، شہر کے کسی گوشہ میں اگر کوئی برا کام ہو رہا ہو تو معاشرے میں اس خبر کو عام کیا جائے اور بیمار دل لوگوں کو اس کی اطلاع دی جائے، قرآن مجید کی اصطلاح میں اس چیز کو ''اشاعتِ فاحشہ'' سے تعبیر کیا گیا ہے۔

انسان کی فطرت کچھ ایسی واقع ہوئی ہے کہ جب بھی وہ کوئی ایسی خبر سنتا ہے جو اس کی خواہش کے موافق ہوتی ہے تو جائے خبر تک پہنچنے اور اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے اس وجہ سے دیکھا جاتا ہے کہ اگر کوئی عورت ارتکابِ فاحشہ سے مشہور ہوتی ہے تو ہر بیمار دل انسان اس کی طرف مائل ہوتا ہے اور اس کی گلی تک پہنچنا چاہتا ہے، اسی لئے قرآن مجید نے اشاعتِ فاحشہ پر سخت نکیر کی ہے اور اس کے مرتکب کو دردناک عذاب سے ڈرایا ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ (نور: ۱۹)

''جو لوگ مسلمانوں میں برائی پھیلانے کے آرزومند رہتے ہیں ان کے لئے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے، اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے اور تم کچھ بھی نہیں جانتے''۔

صرف اسی ایک آیت سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ایسی خبریں یا مواد جن میں فحاشی و بے

حیائی کی عام دعوت ہو، اسے لوگوں میں عام کرنا شریعت کی نظر میں کتنا بڑا جرم ہے کہ انہیں دنیا و آخرت دونوں جگہ دردناک عذاب کی دھمکی دی گئی ہے۔

اس امر کی مزید وضاحت کرتے ہوئے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

((يَا مَعْشَرَ مَنْ آمَنَ بِلِسَانِهِ وَلَمْ يَدْخُلِ الْإِيْمَانَ فِيْ قَلْبِهِ لَا تَغْتَابُوْ الْمُسْلِمِيْنَ وَلَا تَتَّبِعُوْا عَوْرَاتِهِمْ فَإِنَّهُ مَنْ يَّتَّبِعْ عَوْرَاتِهِمْ يَتَّبِعِ اللّٰهُ عَوْرَتَهُ وَمَنْ يَّتَّبِعِ اللّٰهُ عَوْرَتَهُ يَفْضَحْهُ فِيْ بَيْتِهِ)) [1]

''اے وہ لوگو! جنھوں نے زبان سے ایمان لانے کا اقرار تو کیا ہے لیکن ابھی ایمان دل میں داخل نہیں ہوا ہے، سنو! مسلمانوں کی غیبت نہ کیا کرو اور نہ ہی ان کے عیوب کو تلاش کرو، کیونکہ جو شخص مسلمانوں کے عیوب کو تلاش کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس کے عیب تلاش کرنے لگے گا، اور جس کے عیب اللہ تعالیٰ نے تلاش کیئے، اسے اس کے گھر میں رسوا کر کے رکھ دیا''۔

مقصد یہ ہے کہ جب کسی مسلمان کا عیب حق ہو یا ناحق لوگوں کے سامنے بیان ہوگا تو اولاً ایک مسلمان کی عزت پامال ہوگی، ثانیاً مریض دل اور کمزور ایمان لوگ ان برائیوں کی طرف مائل ہوں گے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے:

''فحش گفتگو کرنے والا اور اسے لوگوں میں پھیلانے والا دونوں گناہ میں برابر کے شریک ہیں''۔ [2]

حضرت عطاءؒ کا قول ہے:

''کہ جو شخص زنا سے متعلقہ باتیں لوگوں میں عام کرے اسے سزا دینی چاہیئے''۔ [3]

[1] مسند احمد: ۴/۴۲۱، سنن ابوداود: ۴۸۸۰، الادب، بروایت ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ عنہ، دیکھیئے: صحیح سنن ابوداود ۳/۱۹۷۔
[2] الادب المفرد: ۳۴۲۔ [3] الادب المفرد: ۳۲۵۔

حضرت شبیل بن عوف کہتے ہیں کہ جو شخص فحش باتوں کو عام کرے وہ اسی طرح گناہ گار ہے جس طرح کہ اس کا علی الاعلان ارتکاب کرنے والا گناہ گار ہے۔ (۱)

ان نصوص سے واضح ہوتا ہے کہ زنا اور اس سے متعلقہ باتوں کی اشاعت کے متعلق اسلام کی تعلیمات کیا ہیں، اور اسلام نے اس پر کس سختی کے ساتھ نکیر کی ہے، کیونکہ انسان کی فطرت ہے کہ جب زنا یا اس سے متعلقہ گفتگو سنتا ہے تو اسکے جنسی جذبات جوش میں آتے ہیں اور جب کسی فاحشہ عورت کے بارے میں یا کسی برائی کے اڈے کے بارے میں خبر پاتا ہے تو فطری طور پر بتقاضائے شہوت اس کی طرف مائل بھی ہو جاتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اسلام نے ہر اس عمل کو ناجائز وحرام قرار دیا ہے جو برائی پھیلنے کا سبب بنتا ہے جیسے شراب، موسیقی، اور بے پردگی وغیرہ، اور یہی وجہ ہے کہ قرآن نے مسلمان عورتوں کو غیر مسلم اور جن عورتوں کے کردار کا علم نہ ہو ایسی عورتوں سے بھی اپنی زینت چھپانے کا حکم دیا ہے (۲) اور اسی وجہ سے اللہ کے رسول ﷺ نے ہیجڑوں کو گھروں سے نکال دینے کا حکم دیا ہے، چنانچہ صحیح بخاری میں ہے کہ ایک بار اللہ کے رسول ﷺ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر موجود تھے کہ آپ ﷺ نے ایک ہیجڑے کو کہتے ہوئے سنا جو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے بھائی سے کہہ رہا تھا کہ اگر طائف فتح ہوا تو میں تمہیں غیلان کی بیٹی دکھلاؤں گا جسے آتے دیکھو تو اس میں چار بل پڑتے ہیں اور پیچھے سے دیکھو تو آٹھ بل پڑتے ہیں، جب آپ ﷺ نے اس کی یہ گفتگو سنی تو

(۱) الادب المفرد: ۳۲۶۔ ان آثار کو علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح الادب المفرد میں صحیح قرار دیا ہے۔

(۲) بہت سے لوگوں کو یہ بات بڑی عجیب محسوس ہوگی کہ ایک عورت کا کسی عورت سے پردہ کرنے کا کیا معنیٰ ہے؟ لیکن حق یہ ہے کہ قرآن مجید کا یہ حکم بڑی حکمت پر مبنی ہے۔ مجھے ایک ایسی عورت کے بارے میں معلوم ہوا جو زچگی کے بعد عورتوں کے جسم کی مالش کیا کرتی تھی اور ہر عورت کے جسم کی کوئی ایسی علامت ضرور یاد رکھتی تھی جو کسی ایسی جگہ ہو جہاں عام عورتوں کی نظر نہ پہنچ سکے، جیسے ران وغیرہ، پھر اس بات کو جا کر بعض مردوں سے بتلا دیتی جن سے اس کے غلط تعلقات ہوتے، اس طرح وہ بات لوگوں میں عام ہو جاتی اور نتیجہ یہاں تک پہنچتا کہ ان پاکیزہ اور عفیفہ عورتوں کے شوہر انہیں طلاق دیدیتے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَا يَدْخُلُ هٰذَا عَلَيْكُمْ)) [1]

"آج کے بعد یہ تمہارے پاس نہ آنے پائے"۔

یعنی چونکہ یہ شخص نامرد ہونے کے باوجود عورتوں کے معاملے میں دلچسپی رکھتا ہے اور عورتوں کے پردے کی بات مردوں کو بتلاتا ہے لہٰذا یہ اشاعتِ فتنہ کا سبب بن سکتا ہے، اس لئے اس سے پردہ کرواور اپنے پاس آنے سے روکو۔

اس اسلامی تعلیم کے باوجود آج ہمارے معاشرہ میں بے حیائی و بدکاری کو رواج دینے کا کام بالکل عروج پر ہے، متعدد ادارے اس میدان میں منظّم طور پر کام کررہے ہیں اور گورنمنٹ کی نگرانی میں کام کررہے ہیں۔

ہمارے ماحول میں جوادارے اشاعتِ فاحشہ کا کردار ادا کررہے ہیں ان میں سے بعض یہ ہیں:

① ریڈیو اور ٹی وی کا ادارہ، بدقسمتی سے یہ دونوں ادارے صرف فحش خبریں ہی نہیں بلکہ فحاشی کے عملی مظاہر بھی پیش کررہے ہیں۔

② کلب، تھیٹر، سینما ہال اور اس طرح کے دیگر جائے رقص وسرود۔

③ روزنامہ اخبارات، ہفتہ واری اور ماہانہ میگزین (بالخصوص فلمی رسالے اور فنی دنیا سے متعلقہ رسالے)۔

اب تو صورتِ حال یہ ہے کہ ایک غیرت مند باپ کوئی اخبار یا ہفتہ واری و ماہواری پرچہ خریدتے ہوئے اس بارے میں باربار سوچتا ہے کہ اسے اپنے گھر میں کس طرح داخل کرے؟

④ تجارتی اعلانات خاصکر عورتوں کے خصوصی استعمال کی چیزوں کے اعلانات۔

بڑے تعجب کی بات ہے کہ بسا اوقات کسی فلم میں وہ عریانیت اور رومانسی منظر نہیں ہوتا جیسا منظر تجارتی اعلانات میں پیش کیا جاتا ہے۔(حیرت کی بات ہے کہ بلیڈ کا اشتہار بھی عورت پیش

[1] صحیح البخاری: ۵۲۳۵، النکاح، صحیح مسلم: ۲۱۸۰، الاستئذان، بروایت ام سلمہ رضی اللہ عنہا۔

کرتی ہے)۔

⑤ فلمیں، ڈرامے اور سیریل جو آج گھر گھر تک پہنچ چکی ہیں۔

ذرا سوچیں کہ جب فلموں میں ایسے گانے پیش کئے جائیں گے کہ ''جب پیار کیا تو ڈرنا کیا'' تو لڑکیاں اور لڑکے اپنے والدین سے بغاوت نہیں کریں گے تو پھر ان سے اور کس چیز کی امید کی جا سکتی ہے؟

⑥ مخلوط تعلیم اور غیر شرعی نصابِ تعلیم وغیرہ بھی ہمارے معاشرہ میں اشاعتِ فاحشہ کا کردار ادا کر رہے ہیں۔

قارئینِ کرام! ضرورت اس بات کی ہے کہ معاشرہ کے دانشور، غیور حضرات اس نقطے پر غور کریں اور ایک پر امن اور پاک معاشرہ کی خاطر فواحش ومنکرات کے رواج دینے والے اداروں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں، ورنہ بقول ایک غیر مسلم دانشور کے کہ کچھ بعید نہیں کہ ہمارا ملک مکمل طور پر جنسی بے راہ روی اور زنا بالجبر کے لئے ایک تجربہ گاہ بن جائے گا۔

② مردوزن کے اختلاط پر پابندی:

خود مردوزن کا اختلاط ہی فواحش ورذائل کے انتشار اور لڑکیوں کی بغاوت کا ایک بڑا اور اہم سبب ہے، اس لئے شریعت نے عورت ومرد کے اختلاط کو حرام اور ناجائز قرار دیا ہے۔

اختلاط کا معنیٰ یہ ہے کہ غیر محرم مرد وعورت کا باہم کسی ایسی جگہ جمع ہونا جہاں سے ایک دوسرے کو دیکھنا، آپس میں گفتگو کرنا اور چھونا ممکن ہو۔

سنن ابوداؤد وغیرہ میں حضرت ابو اُسید انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک بار اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مسجد سے باہر نکلے تو دیکھا کہ راستے میں مردوزن اکٹھے چل رہے ہیں، یہ دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے مخاطب ہو کر فرمایا:

((اِسْتَأْخِرْنَ فَإِنَّهُ لَيْسَ لَكُنَّ أَنْ تَحْقُقْنَ الطَّرِيْقَ، عَلَيْكُنَّ بِحَافَّاتِ

الطَّرِيقِ)) [1]

''کنارے ہو جاؤ کیونکہ تمہارے لئے راستے کے وسط میں چلنا نہیں ہے، تمہارے لئے راستے کے کنارے کنارے چلنا ہے''۔

راوی کہتے ہیں کہ یہ سن لینے کے بعد عورتیں بالکل کنارے ہو کر دیوار سے چمٹ کر اس طرح چلتی تھیں کہ بسا اوقات ان کا کپڑا دیوار سے اٹک جاتا تھا۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَيْسَ لِلنِّسَآءِ وَسَطُ الطَّرِيقِ)) [2]

''عورتوں کے لئے مناسب نہیں کہ وہ راستے کے بالکل درمیان میں چلیں''۔

اس فوری حکم کے بعد اللہ کے رسول ﷺ نے مسجد سے نکلتے وقت عورت ومرد کو اختلاط سے بچانے کے لئے دو مزید قدم اٹھائے۔

اول: مسجد کے ایک دروازہ کو عورتوں کی آمد ورفت کے لئے خاص کر دیا۔

چنانچہ امام ابوداؤد رحمہ اللہ اپنی کتاب السنن میں باب باندھتے ہیں: (باب اعتزال النساء فی المساجد عن الرجال۔) ''یعنی مسجدوں میں عورتوں کا مردوں سے الگ تھلگ رہنے کا بیان''۔

پھر اس کے تحت ایک حدیث نقل کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَوْ تَرَكْنَا هَذَا الْبَابَ لِلنِّسَآءِ)) [3]

''اگر اس دروازے کو ہم عورتوں کے لئے خاص کر دیں (تو بہتر ہوتا)''۔

حضرت نافع بیان کرتے ہیں کہ یہ فرمان نبی ﷺ سے سن لینے کے بعد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنی وفات تک اس دروازے سے داخل نہیں ہوئے۔

[1] سنن ابوداود: ۵۲۷۲ الادب، شعب الایمان بیہقی: ۷۴۳۷، بروایت ابواسید انصاری رضی اللہ عنہ، دیکھئے: صحیح سنن ابوداود، ۲۹۵/۳۔

[2] صحیح ابن حبان: ۵۵۷۲، شعب الایمان: ۷۴۳۷، ۲۴۱/۱۰، بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، دیکھئے: الصحیحہ ۸۵۶۔

[3] سنن ابوداود مع عون المعبود، ۱۳۰/۲۔

دوم: مردوزن کو اختلاط سے بچانے کے لئے آپ ﷺ نے دوسرا قدم یہ اٹھایا کہ آپ ﷺ خود نماز سے فارغ ہونے کے بعد کچھ دیر کے لئے اپنی جگہ بیٹھے رہتے اور مردوں کو بھی ہدایت دیتے کہ وہ بھی کچھ دیر بیٹھ کر اٹھیں تاکہ عورتیں اپنے گھروں کو واپس جاسکیں اور راستے میں دونوں جنسوں کی گڈ مڈ نہ ہونے پائے۔

چنانچہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ عہدِ نبوی ﷺ میں جب عورتیں نماز سے فارغ ہوتیں تو فوراً اٹھ کھڑی ہوتیں، رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھنے والے مرد کچھ دیر اپنی اپنی جگہ بیٹھے رہتے، جب رسول اللہ ﷺ اپنی جگہ سے اٹھ جاتے تو مردوں کی جماعت بھی اٹھ کھڑی ہوتی۔ ①

صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ جب نماز سے سلام پھیرتے تو عورتیں اپنے گھروں کے لئے واپس ہو جاتیں اور آپ ﷺ کے اپنی جگہ سے اٹھنے سے پہلے پہلے وہ اپنے گھروں کو پہنچ چکی ہوتیں۔ ②

اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''اس حدیث میں ایک اہم فائدہ یہ بھی ہے کہ گھروں کی بات دور کی ہے، راستوں میں بھی مردوزن کا اختلاط ناپسندیدہ چیز ہے''۔ ③

قارئینِ کرام! قابل غور مقام ہے کہ جب مساجد اور ان کی طرف آنے جانے والے راستوں کے بارے میں یہ حکم ہے جہاں ہر شخص خالص عبادت کے جذبہ سے آتا ہے تو دوسری عام جگہیں جہاں شرم وحیاء کی کوئی قید نہیں ہوتی اختلاطِ مردوزن کسطرح جائز ہوسکتا ہے؟ آج ہمارے ماحول میں زنا کے عام ہونے کا ایک بہت بڑا سبب اسکولوں، کالجوں، دفتروں اور بازاروں وغیرہ میں مردوزن کا اختلاط ہے بلکہ اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو عشق ومعاشقہ، زنا

① صحیح البخاری: ۸۶۶، الصلوٰۃ، سنن ابوداود: ۱۰۵۰، الصلوٰۃ، سنن النسائی: ۱۳۳۴، الافتتاح۔
② صحیح البخاری: ۸۵۰، الصلوٰۃ۔ ③ فتح الباری: ۳۳۶/۲۔

بالجبر اور زنا کے واقعات کا بہت بڑا سبب مرد وزن کا اختلاط ہے، خاص کر سکولوں، کالجوں، کام کی جگہوں اور وسائلِ نقل وحرکت میں اختلاط تو اخلاقی برائیوں کے علاوہ اور بھی بہت سی خرابیوں کا سبب بنتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اب غیر مسلم دانشور خصوصاً یورپ کے لوگ اس کے خلاف آواز اٹھانا شروع کر چکے ہیں اور اپنی حکومتوں سے مطالبہ کررہے ہیں کہ خصوصی طور پر تعلیم گاہوں اور جائے عمل میں مرد وزن کے اختلاط پر پابندی لگائی جائے۔ (۱)

ایک ہندی میگزین میں ایک اصلاحی مضمون چھپا جس میں مضمون نگار K.K. Gupta (کے کے گپتا) نے معاشرہ کو اس طرف متوجہ کرنا چاہا تھا کہ آج ہمارا ملک جو زنا بالجبر کے لئے ایک تجربہ گاہ بنتا جارہا ہے اس کی طرف جلد توجہ دینے کی ضرورت ہے ورنہ ملک تباہی کے دہانے پر کھڑا ہے۔ مضمون نگار نے بطورِ مثال کئی واقعات کی طرف اشارہ کیا تھا، اگر ان واقعات کے اسباب پر ایک طائرانہ نظر ڈالی جائے تو ہر شخص یہ اقرار کرنے پر مجبور ہوگا کہ یہ واقعات سکولوں، سڑکوں اور وسائلِ نقل وحرکت میں اختلاط کے نتیجے میں رونما ہوئے ہیں۔ (۲)

حاصلِ کلام یہ کہ ضرورت ہے کہ معاشرے کے غیرتمند، دانشور حضرات اور سماجی کارکن اس طرف توجہ دیں اور اپنی نسل کو گندگی میں ملوث ہونے سے بچائیں۔

③ خلوت پر پابندی:

فواحش ومنکرات کی روک تھام کے لئے شریعت نے ایک قدم یہ اٹھایا ہے کہ کوئی بھی مرد کسی اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی اختیار نہ کرے، یہ تنہائی خواہ کتنے ہی پاک مقصد کے لئے ہو شریعت اسے جائز قرار نہیں دیتی۔ علمائے شریعت اسے ''خلوت'' سے تعبیر کرتے ہیں، اللہ کے رسول

(۱) مجلۃ المسلمون، عدد: ۱۱۸، رمضان ۱۴۰۷ھ مطابق ۹ رمئی ۱۹۸۷ء۔ نیز دیکھئے: انگریزی ماہرِ تعلیم وتربیت بیورلی شو (Beverly Shaw) کے کتابچہ کا عربی ترجمہ بنام ''الغرب يتراجع عن التعليم المختلط''، ترجمہ: ڈاکٹر وجیہ حمد عبدالرحمٰن۔

(۲) دیکھئے: انوکھی کہانیاں عدد: ۴۷، سال ۲۰۰۶ء صفحہ ۲۲ اور اس کے بعد۔

ﷺ نے متعدد احادیث میں خلوت سے سختی سے منع فرمایا ہے، چنانچہ ایک حدیث میں ارشاد نبوی ﷺ ہے:

((لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلَّا وَمَعَهَا ذُو مَحْرَمٍ وَلَا تُسَافِرُ الْمَرْأَةُ إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ)) [1]

''کوئی بھی مرد کسی عورت (اجنبی عورت) کے ساتھ خلوت اختیار نہ کرے، اِلاَّ یہ کہ اس عورت کے ساتھ اس کا کوئی محرم ہو اور کوئی بھی عورت بغیر محرم کے سفر نہ کرے''۔

صحیحین کی ایک اور حدیث میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

((إِيَّاكُمْ وَالدُّخُولَ عَلَى النِّسَآءِ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! أَفَرَأَيْتَ الْحَمْوَ؟ قَالَ: اَلْحَمْوُ مَوْتٌ)) [2]

''عورتوں کے پاس (تنہائی میں) جانے سے بچو، یہ سن کر ایک انصاری صحابی نے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! ''حمو'' کے بارے میں کیا حکم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''حمو'' تو موت ہے''۔

عربی زبان میں ''حمو'' سے مراد شوہر کے قریبی رشتہ دار ہوتے ہیں جیسے دیور، جیٹھ، شوہر کا چچا اور چچا زاد بھائی وغیرہ، چونکہ ان لوگوں کے بارے میں پردہ سے متعلق لاپرواہی برتی جاتی ہے جس کے بڑے خطرناک نتائج سامنے آتے ہیں، اس لئے خصوصی طور پر ان سے متعلق سوال ہوا اور سخت لہجہ میں اس سے منع کیا گیا۔ [3]

ایک اور حدیث میں ارشاد نبوی ﷺ ہے:

[1] صحیح البخاری: ۱۸۶۲، جزاء الصید، صحیح مسلم: ۱۳۴۱، الحج، بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہما، الفاظ صحیح مسلم کے ہیں۔
[2] صحیح البخاری: ۵۲۳۲، النکاح، صحیح مسلم: ۲۱۷۲، الاستیذان، بروایت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ۔
[3] دیکھئے: شرح مسلم للنووی ۱۴/۱۵۴، فتح الباری: ۹/۳۳۱۔

((وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَايَخْلُوَنَّ بِامْرَأَةٍ لَيْسَ مَعَهَا ذُوْ مَحْرَمٍ مِنْهَا، فَإِنَّ ثَالِثَهُمَا شَيْطَانٌ)) [1]

''اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہئے کہ وہ کسی عورت کے ساتھ بغیر اس کے کسی محرم کے ہرگز خلوت اختیار نہ کرے کیونکہ جب بھی کوئی مرد وعورت خلوت میں ہوتے ہیں تو ان کا تیسرا شیطان ہوتا ہے''۔

ان احادیث کی بنیاد پر علماء کا اتفاق ہے کہ کسی بھی اجنبی عورت سے خلوت اختیار کرنا حرام اور ناجائز ہے۔ [2]

یہ خلوت خواہ کتنے ہی پاکیزہ مقاصد کیلئے ہو شریعت کی نظر میں کوئی مقصد اس کے جواز کی دلیل نہیں ہے [3] جیسے تعلیم کے لئے خلوت علاج کے لئے خلوت اور کوئی جائز ضرورت پوری کرنے کے لئے خلوت، اسی طرح وہ خلوت خواہ کسی کے ساتھ ہو وہ پیر ہو، مولوی ہو، ڈاکٹر ہو یا کوئی اور اگر وہ عورت کا محرم نہیں ہے تو یہ مقاصد وافراد اوران کی قدسیت اسکے جواز کی سند نہیں دے سکتے کیا خوب کہا خلیفۂ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے میمون بن مہران سے:

(لَا تَخْلُوَنَّ بِامْرَأَةٍ وَإِنْ قُلْتَ أُعَلِّمُهَا الْقُرْآنَ)

''کسی عورت کے ساتھ خلوت اختیار نہ کرنا خواہ قرآن مجید کی تعلیم ہی کے لئے ہو''۔

بدقسمتی سے ہمارے یہاں لوگ اس سلسلے میں واضح طور پر غفلت برتتے ہیں خصوصاً دوستوں،

---

[1] مسند احمد: ۳۳۹/۳، بروایت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ۔

[2] شرح مسلم للنووی ۱۰۹/۹، فتح الباری ۷۷/۴۔ ان احادیث میں محرم سے مراد وہ مرد ہے جس کا نکاح اس عورت سے ابدی طور پر حرام ہو، البتہ جو لوگ وقتی طور پر حرام ہیں وہ محرمیت میں داخل نہیں ہیں، جیسے سالی، بیوی کی خالہ، بیوی کی بھانجی و بھتیجی اور اس طرح کی وہ قریبی رشتہ دار عورتیں کہ بیوی کی موجودگی میں ان سے نکاح جائز نہیں ہے۔ (فتح الباری ۷۷/۴، و۳۳۲/۹۔)

[3] البتہ اگر کوئی ناگزیر ضرورت پیش آجائے تو اس کے لئے یہ حکم نہیں ہے، بلکہ خلوت جائز ہوگی البتہ اس کے لئے کچھ حدود وقیود ہیں جن کا پاس ولحاظ رکھنا ضروری ہے، جیسے پردہ، غضِ بصر اور دونوں میں مناسب دوری۔ (شرح مسلم للنووی: ۱۰۹/۹۔)

ماسٹروں اور ڈاکٹروں کے بارے میں کھلی لاپرواہی برتی جاتی ہے، جبکہ ہر صاحبِ عبرت نگاہ رکھنے والا شخص دیکھ رہا ہے کہ اس لاپرواہی کے بہت ہی خطرناک نتائج سامنے آتے ہیں، اگر ہم میں سے ہر شخص اپنی یادداشت کی کیسٹ کو تھوڑا سا پیچھے کرے تو اس کے کانوں میں ایسے متعدد واقعات پڑیں گے جو اسی خلوت کے نتیجہ میں رونما ہوئے ہوں گے۔ عَلٰی سَبِیْلِ الْمِثَالِ:

① کتنے ہی ماسٹر حضرات اپنی شاگردوں اور معصوم لڑکیوں کی عزت کے ساتھ کھیل جاتے ہیں میں ایک حافظ صاحب [1] کو جانتا ہوں جو ایک ۱۳، ۱۴ سالہ لڑکی کو قرآن کی تعلیم دیتے تھے گھر والے بھی کہتے تھے کہ یہ حافظ صاحب ہیں اور قرآن مجید کی تعلیم دیتے ہیں، اس لئے ان سے نہ کوئی پردہ ہے اور نہ کوئی خلوت وجلوت میں کوئی فرق ہے، لیکن چند مہینوں کے بعد اس کا نتیجہ وہی نکلا جو فطری چیز ہے، چنانچہ ہوا یہ کہ شیطان نے اپنا کام کیا اور ایک رات دونوں چھپ کر نکلے اور دور شہر جا کر کورٹ میرج کر لی اور آج اپنے کئے پر شرمندہ ہیں، کیونکہ ان کی بیوی نے جس طرح سے والدین سے بغاوت کر کے انکے ساتھ گناہ کا کام کیا، اب خود ان کے ساتھ بغاوت کر کے دوسروں کے ساتھ گناہ کرتی ہے، سچ ہے:

بد نہ بولے زیرِ گردوں گر کوئی میری سنے
ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سنے

② علاج ومعالجہ کے سلسلے میں بھی لوگ خلوت کو برا نہیں سمجھتے، آج ہمارے نرسنگ ہوم اور ہسپتال کا ماحول ایسا بن گیا ہے کہ پردہ، خلوت اور شرم گاہ کی طرف دیکھنا کوئی عیب نہیں سمجھا جاتا، بلکہ جو شخص اسے عیب شمار کرتا ہے وہ بے وقوف، غیر مہذب اور نادان تصوّر کیا جاتا ہے، چنانچہ نرسوں کی ڈاکٹروں کے ساتھ خلوت، مرد نرسوں کی خاتون نرسوں کے ساتھ خلوت اور

[1] ہم نے حافظ صاحب کی مثال اس لئے نہیں دی ہے کہ دوسرے لوگ اس سے بریٔ ہیں، ہرگز نہیں، بلکہ دوسرے ماسٹروں سے اس قسم کی نازیبا حرکتیں حافظ صاحب کے مقابلہ میں کثرت سے ہوتی ہیں، مقصد یہ ہے کہ جب حافظ ومولوی صاحب سے ایسی حرکتیں ہوسکتی ہیں اور ان سے خلوت جائز نہیں ہے تو دوسرے لوگ تو بدرجۂ اولیٰ اس حکم میں آتے ہیں۔

مریضہ کی ڈاکٹر کے ساتھ خلوت ایک عام عادت بن چکی ہے۔ حالانکہ اس آزادی کے جسقدر بھیانک نتائج سامنے آتے ہیں وہ کسی بھی باغیرت اور صاحبِ ضمیر شخص کو چونکا دینے کے لئے کافی ہیں کیونکہ رہ رہ کر اخبارات میں وہ خبریں چھپتی رہتی ہیں۔

③ ابھی چند سال قبل کی بات ہے کہ فرانس کے شہر ''گولن'' کی رہنے والی ایک عورت نے روتے ہوئے پولیس کے سامنے اخبار نویسوں سے کہا کہ آج کے بعد سے میں اپنی بیٹی کے بارے میں کسی پر اعتماد نہیں کر سکتی اور دنیا کی ہر ماں کو میں یہ پیغام دیتی ہوں کہ ڈاکٹر اور کسی بھی ڈاکٹر کے پاس اپنی بیٹیوں کو بغیر بھائی باپ کی معیت کے علاج کے لئے نہ بھیجیں۔

یہ ایک غیر مسلم دنیا کے بڑے ترقی یافتہ ملک کی ایک ماں کی آواز تھی لیکن سوال یہ ہے کہ آخر اس نے یہ بڑی عظیم بات کیوں کہی؟

بھائیو! اصل میں اس کے پیچھے ایک عبرتناک حادثہ ہے، کاش کہ آج ہمارے ملکوں کے آزاد خیال اور اپنے آپ کو مہذب کہنے والے ماں باپ اس سے عبرت پکڑتے۔

ہوا یہ کہ اس چیخنے والی ماں کی بیٹی کا ماہواری نظام درست نہ تھا، اس نے اپنی ماں سے صورتِ حال کا ذکر کیا، ماں نے اپنی بیٹی کو اپنے فیملی ڈاکٹر کے پاس بھیجا، ڈاکٹر پرانا واقف کار تھا اور اہلِ خانہ سے دوستانہ مراسم بھی تھے، ماں نے ٹیلیفون پر ڈاکٹر سے بات کی اور یہ بھی تاکید کر دی کہ واپسی میں لڑکی کو اپنی کار سے گھر پہنچا دے۔ چنانچہ لڑکی ڈاکٹر کے پاس گئی، وہاں مریضوں کی لمبی قطار تھی، ڈاکٹر نے لڑکی کو انتظار کے لئے کہا تاکہ مریضوں سے فارغ ہونے کے بعد اطمینان سے اس کا معائنہ کرے، یہ کوئی باعثِ تعجب بات نہ تھی، لیکن شائد ڈاکٹر نے جان بوجھ کر بھی کچھ تاخیر سے کام لیا۔ جب تمام مریضوں سے فارغ ہوا تو معائنہ والے کمرے میں لڑکی کو بلایا اور معائنہ والی چارپائی پر لیٹ جانے کا حکم دیا، لڑکی کو کسی بھی قسم کا شبہ نہیں تھا کیونکہ ایک تو وہ فیملی ڈاکٹر اور دوسرے لڑکی کا منہ بولا ''انکل''، خلاصہ یہ کہ ڈاکٹر لڑکی کا معائنہ کرنے لگا اور علاج کے بہانے لڑکی کی آنکھ پر ایک کپڑا ڈال دیا پھر لڑکی کے ساتھ وہ کام بھی کر گیا جو لڑکی اور

اس کی ماں کے وہم وگماں میں بھی نہ تھا،لڑکی نے جب اس پر احتجاج کیا تو ڈاکٹر نے اسے ڈرایا اور کہا کہ اگر تم نے کسی سے یہ راز فاش کیا تو تمہیں قتل کر دوں گا۔

لڑکی اپنے گھر واپس ہوئی، اس کی حالت دگر گوں تھی اور اس قسم کے بناوٹی انکلوں کے بارے میں اس کے نظریات بدل چکے تھے حالانکہ اس وقت ڈاکٹر کی عمر ۵۸ سال تھی اور وہ ایک مدت سے اہلِ خانہ کے نزدیک قابلِ اعتماد تھا۔ (۱)

ہم نے صرف ایک حادثہ بیان کیا ہے جبکہ اس قسم کے سینکڑوں حادثات گاہے بگاہے اخبارات کی زینت بنتے رہتے ہیں اور جو خبریں پوشیدہ رہ جاتی ہیں ان کی تعداد عالم الغیبِ والشہادہ ہی جانتا ہے۔

قارئین کرام! تعجب اس پر نہیں ہے کہ اس ڈاکٹر نے اپنے پیشے کا لحاظ نہیں کیا کیونکہ جو کچھ ہوا وہ ایک فطری امر تھا، تعجب اس پر ہے کہ ہم لوگ اس قسم کے واقعات سے عبرت حاصل نہیں کرتے اور خود وہ لوگ جن کے ساتھ یہ حادثات پیش آتے ہیں وہ آنکھیں اس وقت کھولتے ہیں جب ان کا سب کچھ لٹ چکا ہوتا ہے۔

④ اختلاط وخلوت کی سب سے بڑی اور خطرناک صورت گھروں میں ایک ہی خاندان کے افراد یا دوستوں کے ساتھ اہلِ خانہ کا اختلاط اور غیر محرم سے خلوت ہے جس کے غلط نتائج اس کثرت سے رونما ہوتے ہیں کہ بیان سے باہر ہیں۔ ہر صاحبِ بصیرت اس کا ملاحظہ کر رہا ہے کہ گھروں میں اختلاط اور خلوت کی وجہ سے دیور اور بھابی، سالی اور بہنوئی، دوست اور دوست کی بیوی وغیرہ کے ساتھ غیر شرعی اور ناجائز تعلقات کے واقعات کثرت سے رونما ہو رہے ہیں، ہم میں سے ہر شخص ایسے سینکڑوں واقعات کا علم رکھتا ہے اور جو واقعات چھپے رہ جاتے ہیں ان کی تعداد معلوم نہیں کتنی ہوگی؟ سچ کہا ہے ہندوستان میں عورتوں کے معاملات سے دلچسپی رکھنے والی کمیٹی کے صدر نے: چھیڑ چھاڑ، زنا بالجبر اور اغوا کے وقعات اس کثرت سے پولیس ریکارڈ میں

(۱) صراخ الفطرۃ: ص۲۵-۱۸۔

ہیں تو حقیقت میں کتنے ہوں گے؟ اس سے اس کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ [1]

اور جو باتیں صرف جذبات وخیالات، نظر اور دل کے گناہ تک رہ جاتی ہیں اس کا علم تو صرف **عالم الغیبِ والشھادہ** اور **علیمٌ بذات الصدور** کو ہے۔ لیکن یہ بات واضح رہے اور ہر وہ شخص جو آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے یہ دھیان میں رکھے کہ یہ خیالات وجذبات اور ان کا معاملہ ختم نہیں ہوا بلکہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان پر بھی لوگوں کا محاسبہ کرے گا۔

سچ فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے:

﴿لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ۭ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ (البقرۃ: ۲۸۴)

"آسمان اور زمین کی ہر چیز اللہ ہی کی ملکیت ہے تمہارے دلوں میں جو کچھ ہے اسے تم ظاہر کرو یا چھپاؤ اللہ تعالیٰ اس کا حساب تم سے لے گا، پھر جسے چاہے بخش دے اور جسے چاہے سزا دے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے"۔

⑤ ایک روشن خیال ڈرائیور کو میں جانتا ہوں جو ہندوستان کے ایک مشہور شہر میں اپنی فیملی کے ساتھ رہتا تھا اور اپنے چھوٹے سے گھر میں اپنی بیوی بچوں کے ساتھ اپنے ایک دوست کو بھی رہائش دے رکھی تھی، آپس میں نہ تو کوئی پردہ تھا اور نہ اختلاط وخلوت سے متعلق کوئی پابندی تھی کیونکہ یہ فقرہ زبان زدِ خاص وعام ہے کہ "آپس میں پردہ نہیں ہوتا"، کچھ دنوں کے بعد اپنی بیوی کو اپنے اصلی شہر میں گھر بنا کر چھوڑ آئے اور گھر کا ایک حصہ اپنے دوست کو بھی اس کی بیوی بچوں کے ساتھ کرائے پر دیدیا، چونکہ آپس میں پردہ تو پہلے ہی سے نہیں تھا اس لئے ان کی عدم موجودگی میں خلوت واختلاط کے اور بھی مواقع فراہم ہوئے پھر نتیجہ وہی ظاہر ہوا جو ایسی صورت میں فطرتاً ظاہر ہوتا ہے، کچھ دنوں کے بعد جب حضرت گھر واپس آتے ہیں تو دیکھا کہ دوست

[1] انوکھی کہانیاں: ص ۲۴۔

اور بیوی کے درمیان تعلقات کچھ اور ہی رخ اختیار کر چکے ہیں، چنانچہ اس پر سخت برہمی کا اظہار کیا اور اپنے پرانے دوست کو گھر سے نکال دیا، لیکن یہ کام اس وقت کیا جب معاملہ بہت آگے بڑھ چکا تھا چنانچہ ایک دن ایسا ہوا کہ بیوی اپنا سارا زیور، گھر کے کاغذات اور بینک میں جمع شدہ رقم لے کر اپنے عاشق یعنی شوہر کے اس دوست کے ساتھ فرار ہوگئی جبکہ اپنے پیچھے اپنے تین بچوں اور پورے خاندان کو چھوڑ دیا، اب وہ بیچارے بجز اس کے اور کیا کرتے جیسا کہ اکبرالٰہ آبادی نے لکھا ہے:

کیا گزری جو اک پردہ کے عدو رو رو کے پولس سے کہتے تھے
عزت بھی گئی، دولت بھی گئی، بی بی بھی گئی، زیور بھی گیا

ہر شخص اس قصہ پر غور کر کے یہ معلوم کر سکتا ہے کہ اس کا سب سے اہم سبب اختلاط اور غیر محرم کے ساتھ خلوت ہے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ ظاہری و باطنی گناہوں اور اخلاقی خرابیوں سے بندوں کو بچانے کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اختلاط وخلوت کو حرام قرار دیا ہے، حتیٰ کہ بعض علماء کا خیال ہے کہ وہ جانور جو عورتوں کے بارے میں جنسی جذبات رکھتے ہیں یا ایسے غلیظ کام کے لئے ان کی مشق کرائی جاتی ہے جیسے کتے، بندر وغیرہ، ان کے ساتھ بھی خلوت جائز نہیں ہے، اسی طرح جو لوگ اپنے اندر بعض مادہ جانوروں کے بارے میں جنسی جذبات محسوس کریں ان کے لئے ایسے جانوروں کے ساتھ بھی خلوت جائز نہ ہوگی۔ (1)

(۴) غضِ بصر کا حکم:

فواحش ومنکرات سے بچنے کے لئے اسلام نے غضِ بصر کا حکم دیا ہے، غض کے معنیٰ ہیں چھپانے اور جھکانے کے، اسطرح غضِ بصر کے معنیٰ ہوئے نظر کو جھکانا اور نیچی رکھنا۔

مقصود یہ ہے کہ انسان ہر اس چیز سے اپنی نظر کو پھیرے اور بچائے رکھے جس کا دیکھنا اس

(1) "الاختیارات الفقھیہ" شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ: ص ۲۰۱۔

کے لئے جائز نہیں ہے، علماء جب غضِّ بصر یا نظر نیچی رکھنے یا نظر بچائے رکھنے کا لفظ بولتے ہیں تو اس سے عمومی طور پر کسی اجنبی عورت کے دیکھنے سے نظر بچانا مقصود ہوتا ہے، چونکہ نظر ہی جنسی جذبات وشہوت اور زنا کا پیش خیمہ ہے اس لئے شریعت نے اسے نیچی رکھنے کا حکم دیا ہے، سورۃ النور آیت: ۳۰۔۳۱ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ o وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾

''مسلمان مردوں سے کہو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہی ان کے لئے پاکیزگی ہے، لوگ جو کچھ کرتے ہیں اللہ سب سے باخبر ہے اور مسلمان عورتوں سے کہیں کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں سوائے اس کے جو ازخود ظاہر ہے''۔

یعنی مسلمان مردوں اور عورتوں دونوں کو چاہئے کہ وہ ہر ایسی چیز کے دیکھنے سے اپنی نظر کو بچائے رکھیں جس کا دیکھنا ان کے لئے جائز نہیں ہے، خاص کر اجنبی عورتوں اور ان سے متعلقہ چیزوں کے دیکھنے سے خصوصی طور پر بچیں جن سے جنسی جذبات میں تحریک وشہوت پیدا ہوتی ہے اور انسان کے زنا میں پڑنے کا خطرہ ہوتا ہے اس لئے نظروں کے نیچی رکھنے کے حکم کے فوراً بعد ہی شرمگاہ کی حفاظت کا بھی ذکر ہے کیونکہ نظروں کو نیچی نہ رکھنے اور انہیں آزاد چھوڑ دینے کا معنیٰ یہ ہے کہ معاملہ صرف نظر بازی تک ہی باقی نہیں رہے گا بلکہ اس کا آخری انجام زنا جیسے قبیح اور غیر اخلاقی فعل کی صورت میں ظاہر ہوگا۔ کیا خوب ہی لکھا ہے عالمِ ربانی امام ابن القیمؒ نے کہ: ''نظر سے انسان کے دل میں حرکت پیدا ہوتی ہے، اب اگر اسے دور کردیا تو اس کے بعد کی شرم وندامت سے آرام پا گیا لیکن اگر اس سے چھٹکارا حاصل نہ کیا تو یہی چیز وسوسہ کی شکل اختیار کرلیتی ہے جس کا دفاع کرنا پہلے سے زیادہ مشکل ہوجاتا ہے، پھر اگر اسے دور کردیا تو فبہا

ورنہ آگے بڑھ کر یہی وسوسہ شہوت کی شکل اختیار کر لیتا ہے، اگر اب بھی اس کا علاج کر لیا تو قدرے غنیمت ورنہ یہی بدکاری کے ارادے میں تبدیل ہو جاتا ہے (جس کا دور کرنا پہلے سے کہیں زیادہ مشکل ہو جاتا ہے) اب اگر اس ارادہ کو ختم کر دیا تو بہت خوب ورنہ یہ ارادۂ عزم یا ارادہ جازمہ بن جاتا ہے جس کا دور کرنا مشکل ترین ہوتا ہے بلکہ انسان اسے عملی جامہ پہنا دیتا ہے۔ [۱]

یہی وجہ ہے کہ اجنبی عورت کی طرف دیکھنے کو اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے زنا سے تعبیر کیا ہے، چنانچہ ارشادِ رسول ربانی ﷺ ہے:

((كُتِبَ عَلَىٰ ابْنِ آدَمَ حَظُّهُ مِنَ الزِّنَا مُدْرِكٌ ذٰلِكَ لَا مَحَالَةَ، فَالْعَيْنَانِ زِنَاهُمَا النَّظَرُ، وَالْأُذُنَانِ زِنَاهُمَا الْإِسْتِمَاعُ وَاللِّسَانُ زِنَاهُ الْكَلَامُ وَالْيَدُ زِنَاهَا الْبَطْشُ وَالرِّجْلُ زِنَاهَا الْخُطَا وَالْقَلْبُ يَهْوِىٰ وَيَتَمَنَّى وَيُصَدِّقُ ذٰلِكَ الْفَرْجُ وَيُكَذِّبُهُ)) [۲]

”ابن آدم پر زنا س کا حصہ سے لکھا جا چکا ہے جو اسے لامحالہ مل کر رہیگا چنانچہ دونوں آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے، دونوں کانوں کا زنا دھیان دیکر سننا ہے، اور لگاوٹ کی بات چیت زبان کا زنا ہے اور ہاتھ کا زنا ہاتھ لگانا ہے اور پاؤں کا زنا ناجائز مقصد کے لئے چل کر جانا ہے، دل بدکاری کا ارادہ اور تمنا کرتا ہے اور شرم گاہ اسے پایۂ تکمیل تک پہنچاتی ہے یا نہیں پہنچاتی“۔

قارئین کرام! نظر کے فتنے اور اس کے نقصانات ہی کے پیش نظر اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو خصوصی طور پر اس سے منع فرمایا اور اس کی حفاظت پر بڑے اجر کی بشارت دی ہے، چنانچہ ایک جگہ ارشاد ہے:

((يَا عَلِيُّ! لَا تُتْبِعِ النَّظْرَةَ النَّظْرَةَ فَإِنَّمَا لَكَ الْأُوْلَىٰ وَلَيْسَتْ لَكَ

---

[۱] التبیان: ص ۴۰۴۔
[۲] صحیح البخاری: ۶۶۱۲، القدر، صحیح مسلم: ۲۶۵۷ القدر، مسند احمد: ۲/ ۳۱۷، بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔

الثَّانِيَةُ)) [1]

''اے علی! پہلی نظر کے بعد دوسری نظر نہ ڈالنا کیونکہ پہلی (بے اختیار پڑنے والی نظر) تو تمہارے لئے معاف تھی البتہ دوسری جائز نہیں ہے''۔

یعنی پہلی نظر جو کسی اجنبی عورت یا اس کی زینت پر پڑی چونکہ وہ بغیر قصد وارادہ کے تھی اس لئے اللہ کی طرف سے اس پر کوئی مؤاخذہ نہیں ہے لیکن اگر تم نے اس پر اپنی نظر جمادی یا دوبارہ اسے دیکھنے کی کوشش کی تو یہ تمہارے لئے جائز نہیں، کیونکہ یہ تمہارے اختیار سے ہے اور اس پر گناہ ہے۔

اس طرح ایک بار حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ نے اچانک پڑ جانے والی نظر کے بارے میں سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسے موقع پر اپنی نظر پھیر لو۔ [2]

نظر نیچی رکھنے کی فضیلت بیان کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((ثَلَاثَةٌ لَا تَرَى أَعْيُنُهُمُ النَّارَ: عَيْنٌ حَرَسَتْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، وَعَيْنٌ بَكَتْ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ، وَعَيْنٌ كَفَّتْ عَنْ مَحَارِمِ اللّٰهِ)) [3]

''تین قسم کی آنکھیں آگ کو نہ دیکھیں گی: ① وہ آنکھ جس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں پہرہ داری کی ہوگی۔ ② وہ آنکھ جو اللہ کے خوف سے روئی ہوگی۔

③ وہ آنکھ جو اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو دیکھنے سے رکی ہوگی''۔

خلاصہ یہ کہ فواحش ومنکرات پر روک تھام کے لئے ضروری ہے کہ نظر کی حفاظت کی جائے کیونکہ یہ وہ پہلا دروازہ ہے جو زنا کی طرف کھلتا ہے [4] اور جنسی بے راہ روی کا سب سے پہلا

[1] سنن ابوداود: ۲۱۴۹، النکاح، سنن ترمذی: ۲۷۷۷، الادب، مسند احمد: ۲۵۲/۵، بروایت بریدہ رضی اللہ عنہ، دیکھئے: صحیح الترغیب والترھیب ۳۹۸/۲۔

[2] صحیح مسلم: ۲۱۵۹، الادب، سنن ترمذی: ۲۷۷۶، الادب، مسند احمد: ۳۶۱/۴، بروایت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ۔

[3] الطبرانی فی الکبیر: ۴۱۷/۱۹، بروایت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ، دیکھئے: صحیح الترغیب: ۱۷/۲۔

[4] اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

''اَلْإِثْمُ حَوَازُ الْقُلُوْبِ وَمَا مِنْ نَظْرَةٍ إِلَّا وَلِلشَّيْطَانِ فِيْهَا مَطْمَعٌ'' ۔شعب الایمان للبیہقی: ۵۰۵۱،=

علاج نظری حفاظت ہے، کیا خوب کہا ہے جنسی علوم کے ماہر اور جنسی دواؤں پر دسترس رکھنے والے ایک جرمنی پروفیسر بودفولیفیلتز نے:

''میں نے جنسی امراض اور انکے علاج کے بارے میں غور کیا، اس سلسلہ میں مطالعہ کیا لیکن محمد (ﷺ) پر نازل شدہ کتاب کی اس آیت سے مفید کسی اور دوا کو نہ پاسکا''۔

﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ۭ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ﴾ (النور: ۳۰)

اور یہ آیت:

﴿وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ (النور: ۳۱)

قارئینِ کرام! نظر، اس کی حفاظت اور حفاظت کے فوائد، اسی طرح نظر بازی، اس کے نقصانات اور اس سے بچاؤ کے ذرائع ایک تفصیل طلب موضوع ہے جس کے لئے الگ مضمون اور مقالہ کی ضرورت ہے، اس سلسلہ میں ناچیز نے کافی مواد جمع کر رکھا ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اسے ترتیب دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

جو ہیں اہلِ بصیرت اکثر آنکھیں بند رکھتے ہیں
نظر اچھے دلوں کو بھی کبھی بدنام کرتی ہے

⑤ بغیر ضرورت باہر نکلنے پر پابندی:

عورتوں کا اپنے گھروں سے بغیر ضرورت کے باہر نکلنا اور بالخصوص کثرت سے نکلنا شریعت کی نظر میں ناپسندیدہ عمل ہے، خاص کر بازاروں، پارکوں، پبلک مقامات اور اس طرح کی عام جگہوں میں جانا جہاں مرد وزن کا کثرت سے اختلاط پایا جائے اور وہاں شیاطینِ جن وانس کی

=۷/۳۰، الطبرانی الکبیر: ۸۴۸۷، ۱۶/۹، بروایت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، دیکھئے: الصحیحہ ۲۶۱۳۔
''گناہ دلوں پر چھا جاتا ہے (یا گناہ دلوں پر اثر انداز ہوتا ہے) اور (غیر محرم عورت کی طرف) کوئی نظر ہو، اس سے شیطان کچھ امیدیں ضرور رکھتا ہے''۔

کثرت موجود ہو اور واقعہ بھی یہی ہے کہ فواحش ومنکرات کے انتشار کا ایک بہت بڑا سبب عورتوں کا آزادانہ سیر وتفریح کیلئے نکلنا ہے اور اگر والدین غور کریں تو انہیں اندازہ ہوگا کہ لڑکے اور لڑکیوں کی بغاوت جو اپنے والدین کے ساتھ ہوتی ہے اس کے پیچھے بچوں اور بچیوں کا گھر سے نکلنا اور بلا روک وٹوک ہر جگہ آنا جانا ہے، اگر ان واقعات پر نظر ڈالی جائے جو لڑکیوں کے اپنے والدین کے گھر سے غائب ہونے کے پیش آتے ہیں تو معلوم ہوگا کہ ان میں سے اکثر واقعات میں یہ نکتہ ضرور ملے گا کہ والدین نے انکے گھر سے نکلنے اور واپس آنے پر بالکل توجہ نہیں دی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے نبی ﷺ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو مخاطب کر کے فرمایا ہے:

﴿وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُوْلٰى﴾(الاحزاب:۳۳)

''اور اپنے گھروں میں ٹک کر رہو اور دورِ جاہلیت کی سج دھج نہ دکھاتی پھرو''۔

یعنی اصل تو یہ ہے کہ تم اپنے گھروں سے باہر نہ نکلو کیونکہ اگر تم باہر کثرت سے نکلنا شروع کرو گی تو جہاں ایک طرف اپنی اصل ذمہ داری کی ادائیگی میں کوتاہی وارد ہو گی وہیں دوسری طرف جن وانس کے شیاطین تمہارا پیچھا کریں گے اور اگر باہر نکلنے کی ضرورت بھی ہو جیسا کہ واقع امر ہے تو نکلنے کے آداب کو مدنظر رکھو، بناؤ سنگھار کر کے، بے پردہ اور زمانۂ جاہلیت کی طرح نہ نکلو۔

حافظ ابن کثیر رضی اللہ عنہ اس آیتِ کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے مسند البزار کے حوالہ سے ایک حدیث نقل کرتے ہیں کہ کچھ عورتیں خدمتِ نبوی میں حاضر ہوئیں اور عرض کرنے لگیں کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! ساری فضیلتیں تو مردوں کے حصہ میں آئیں کیونکہ وہ جہاد کرتے ہیں اور ہم جہاد نہیں کرتیں تو کیا کوئی ایسا عمل ہے کہ اگر ہم وہ کریں تو ہمیں بھی ان کے برابر اجر ملے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ قَعَدَتْ مِنْكُنَّ فِيْ بَيْتِهَا فَإِنَّهَا تُدْرِكُ عَمَلَ الْمُجَاهِدِيْنَ)) [1]

[1] تفسیر ابن کثیر ۳/۴۱۲، الدر المنثور ۶/۶۰۰، اس حدیث کی سند میں ایک راوی روح المسیب ہیں جنھیں حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے ثقہ اور امام ابن حبان نے ضعیف کہا ہے۔

''تم میں سے جو عورت اپنے گھر ہی میں بیٹھی رہے (اور مجاہدین کے مال و اولاد کی نگرانی کرتی رہے) وہ اس کے ذریعے مجاہدین کے اجر کو پالے گی''۔

سوچنے اور غور کرنے کی بات ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے نماز جیسی عبادت کے سلسلہ میں بھی یہ بات ارشاد فرمائی:

((خَیْرُ مَسَاجِدِ النِّسَآءِ قَعْرُ بُیُوْتِھِنَّ)) ①

''عورت کے لئے سب سے بہتر مسجد اس کے گھر کا اندرونی حصہ ہے''۔

اسی طرح ایک صحابیہ جن کا نام ام حمید رضی اللہ عنہا تھا خدمت نبوی میں حاضر ہوتی ہیں اور عرض کرتی ہیں کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے آپ کے ساتھ جماعت سے نماز پڑھنا بہت پسند ہے، آپ ﷺ نے یہ سن کر ارشاد فرمایا:

((قَدْ عَلِمْتُ أَنَّکِ تُحِبِّیْنَ الصَّلٰوۃَ مَعِيْ وَصَلَاتُکِ فِيْ بَیْتِکِ خَیْرٌ لَکِ مِنْ صَلٰوتِکِ فِيْ حُجْرَتِکِ وَصَلٰوتُکِ فِيْ حُجْرَتِکِ خَیْرٌ لَکِ مِنَ صَلٰوتِکِ فِيْ دَارِکِ وَصَلٰوتُکِ فِيْ دَارِکِ خَیْرٌ لَکِ مِنْ صَلٰوتِکِ فِيْ مَسْجِدِ قَوْمِکِ وَصَلٰوتُکِ فِيْ مَسْجِدِ قَوْمِکِ خَیْرٌ لَکِ مِنَ صَلٰوتِکِ فِيْ مَسْجِدِيْ)) ②

''مجھے معلوم ہے کہ تمہیں میرے ساتھ نماز پڑھنا بہت پسند ہے لیکن اپنے خاص کمرے میں تمہارا نماز پڑھنا اپنے گھر میں نماز پڑھنے سے افضل ہے اور اپنے گھر میں نماز پڑھنا گھر کے احاطے میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور گھر کے احاطے میں تمہارا نماز پڑھنا اپنے محلے کی مسجد میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے، اور اپنے محلّہ کی مسجد میں تمہارا نماز پڑھنا میری مسجد میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے''۔

① مسند احمد: ۶/۲۹۷، صحیح ابن خزیمہ: ۱۶۸۲، ۲/۹۲، بروایت ام سلمہ رضی اللہ عنہا، دیکھئے: الصحیحہ ۱۳۶۹۔

② مسند احمد: ۶/۲۹۷، صحیح ابن خزیمہ ۱۶۸۹، ۲/۹۵، ابن حبان: ۲۲۱۴، ۴/۶۷، بروایت ام حمید رضی اللہ عنہا۔ علامہ البانی نے صحیح ابن خزیمہ کی تعلیق میں اس حدیث کو حسن کہا ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کا یہ ارشاد سن کر ام حمید رضی اللہ عنہا نے اپنے گھر کے تاریک ترین حصہ میں ایک جائے نماز بنالی اور آخری عمر تک اس جگہ نماز پڑھتی رہیں۔

یہ بھی واضح رہے کہ صرف نماز کے لئے نکلنا، وہ بھی اپنے محلّہ کی مسجد میں یہ عورت کی خانگی زندگی پر مؤثر نہیں ہے کہ یہ کہا جائے کہ باہر نکلنے سے عورت کی خانگی زندگی متاثر ہوگی [1] بلکہ اس کا اصل مقصد عورت کی عزت وعصمت کی حفاظت اور معاشرہ سے فواحش ومنکرات کے اسباب کا سدِ باب ہے، اور اصل حقیقت بھی یہ ہے کہ آج معاشرہ میں اغوا، زنا بالجبر اور لڑکیوں کے فرار جیسے جرائم کی بہت بڑی وجہ عورتوں کا آزادانہ گھومنا اور بلا کسی روک ٹوک کے ہر جگہ آنا جانا ہے، کاش کہ ہماری قوم کے غیرت مند حضرات اس پر توجہ دیتے۔

اسی غلطی پر متنبہ کرتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا:

> ”اے لوگو! تمہیں غیرت نہیں آتی، تمہیں شرم نہیں آتی کہ تمہاری عورتیں اس قدر آزادی سے باہر نکلتی ہیں، مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمہاری عورتیں بازاروں میں کافروں کے شانہ بشانہ چلتی ہیں“۔ [2]

ذرا سوچیں کہ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ آج ہماری عورتوں کو عصرِ حاضر کے بازاروں میں دکانداروں سے آزادانہ باتیں کرتے دیکھتے تو اس وقت کیا کہتے؟

ذرا فرمانِ نبوی ﷺ کو بھی پڑھئے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اَلْمَرْأَةُ عَوْرَةٌ فَإِذَا خَرَجَتْ اِسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ وَأَقْرَبُ مَا يَكُونُ مِنْ وَجهِ رَبِّهَا وَهِيَ فِي قَعْرِ بَيْتِهَا)) [3]

---

[1] کیونکہ بہت سے قلمکار جب عورت کے باہر نکلنے یا باہر کام کرنے سے متعلق گفتگو کرتے ہیں تو اس کی اصل علت یہ بیان کرتے ہیں کہ عورتوں کے باہر نکلنے سے ان کی خانگی زندگی متاثر ہوتی ہے۔

[2] مسند احمد: ۱/۱۳۳۔

[3] صحیح ابن خزیمہ: ۱۶۸۵، ۳/۹۳، صحیح ابن حبان: ۵۵۶۹، ۸/۱۵۶، بروایت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ دیکھئے: الصحیحہ: ۲۶۶۸، اس حدیث کے ابتدائی الفاظ سنن الترمذی میں بھی موجود ہیں، دیکھئے: سنن الترمذی: ۳/۱۱۷۰، الرضاع۔

”عورت پردے کی چیز ہے، چنانچہ جب وہ گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اس کو تاکتا ہے، اور کوئی بھی عورت اپنے رب کی رضا کے قریب تر اسی وقت ہوتی ہے جب وہ اپنے گھر کے اندرونی حصہ میں ہوتی ہے“۔

ایک طرف اس فرمانِ نبوی ﷺ کو دیکھئے اور اس کی خوبیوں پر غور کیجئے پھر دوسری طرف آج دنیا میں عورت کے آزادانہ گھومنے کو دیکھئے اور اس کے نتائج پر غور کیجئے۔ (۱)

ابھی چند سال قبل لندن کے ایک علاقہ میں چھ سات لڑکوں نے ایک ہوٹل کے سامنے سے رات دو بجے دو لڑکیوں کو اغوا کیا اور کچھ ہی دور جا کر ایک جانبی سڑک پر تقریبا بیس آدمیوں کی موجودگی میں یکے بعد دیگرے لڑکیوں کے ساتھ زنا بالجبر کیا، وہ دونوں لڑکیاں فریاد کرتی رہیں، لیکن بیس سے زیادہ بے غیرت مرد کھڑے تماشا دیکھتے رہے اور کسی کی رگِ انسانیت نہیں پھڑکی۔ (۲)

بازاروں کا چکر لگانے والیوں، دوکانوں پر آنے جانے والیوں اور بغیر کسی روک ٹوک کے باہر نکلنے والی لڑکیوں سے متعلق واقعات اس کثرت سے پیش آتے رہتے ہیں کہ انہیں احاطۂ تحریر میں نہیں لایا جا سکتا، ضرورت ہے کہ غیرت مند ماں باپ اور شوہر و بھائی اس طرف توجہ دیں اور عورتوں سے متعلق اپنی ذمہ داری کو محسوس کریں۔

⑥ شرعی پردہ کا اہتمام:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ؕ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ﴾ (الاحزاب: ۵۳)

”اور جب نبی کی بیویوں سے تمہیں کچھ مانگنا ہو تو پردے کے پیچھے سے مانگا کرو یہ

(۱) یہ صرف آزادانہ گھومنا پھرنا ہی نہیں، بلکہ لباس کا عالم یہ ہے کہ ”نہیں ہے“ کا منظر پیش کر رہا ہے، گوشت کے اس مجموعہ پر چند فقیرانہ چیتھڑوں کو فیشن وتہذیب کا نام دیا جاتا ہے۔

(۲) صراخ الفطرۃ: ۷۵، ۷۶۔

تمہارے اوران کے دلوں کی پاکیزگی کے لئے زیادہ مناسب طریقہ ہے''۔

یہ آیت'' آیتِ حجاب'' کہلاتی ہے جسمیں بلا واسطہ نبی ﷺ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو اور بالواسطہ تمام مسلمان عورتوں کو پردہ کا حکم دیا گیا ہے اور ساتھ ہی پردہ کی حکمت بھی بیان کردی گئی ہے کہ پردہ کی وجہ سے مرد وعورت کے دل جنسی جذبات وخیالات سے پاک اور ایک دوسرے کے ساتھ فتنہ میں مبتلا ہونے سے محفوظ رہیں گے۔

یہیں سے ان لوگوں کی جہالت اور ذہنی پراگندگی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے جن کا دعویٰ ہے کہ اصل پردہ تو دل کا پردہ ہوتا ہے، حالانکہ وہ یہ نہیں جانتے یا جاننا نہیں چاہتے کہ اصل پردہ نظروں کا پردہ ہوتا ہے اور جب یہ پردہ اٹھ جاتا ہے تو دل کے پردہ کو محفوظ رکھنا ایک مشکل ترین کام بن جاتا ہے بلکہ یوں کہنا صحیح ترین ہوگا کہ دل کی پاکیزگی کے لئے آنکھ کا پردہ قلعہ کی دیوار کا کام کرتا ہے اگر یہ دیوار سالم ہے تو دل سالم ہے ورنہ نہیں، سچ کہا ہے اکبرالٰہ آبادی نے ؎

حفظِ عصمت بھی سہی لیکن یہ پردہ ہند میں مسلموں کی جاہ وشان وتمکنت کی بات تھی
پردہ در کہتا ہے اب اس کی ضرورت ہی نہیں میرزایانہ ادا تھی سلطنت کی بات تھی
خون میں غیرت رہی باقی تو سمجھے گا کبھی خوب تھا پردہ نہایت مصلحت کی بات تھی

قارئینِ کرام! پردہ کیا چیز ہے؟ جسم کے کس حصہ کا پردہ ہونا چاہئے؟ اور کن لوگوں سے پردہ ہونا چاہئے؟ یہ ایک طویل موضوع ہے، جس کی تفصیل اس کتابچہ میں بیان نہیں کی جاسکتی، البتہ چند باتیں بڑے اختصار کے ساتھ رکھی جارہی ہیں، ان باتوں سے مضمون قدرے طویل ہوگیا ہے لیکن چونکہ جس مقصد کے لئے یہ مضمون لکھا جارہا ہے اس سے ان باتوں کا گہرا تعلق ہے اس لئے درج کررہے ہیں۔

اولاً: پردہ کے شرائط [1]:

اہل علم نے شرعی پردہ کے لئے چند شرطیں رکھی ہیں:

① پورا جسم چھپا ہو، بجز اس کے جس کا ظاہر کرنا یا ظاہر ہونا ناگزیر ہو:

شرعی پردہ کے لئے پہلی شرط یہ ہے کہ عورت کا پورا جسم چھپا ہو، البتہ بعض وہ اعضاء جسم جن کا ظاہر کرنا ایک ناگزیر ضرورت ہو جیسے چلنے اور راستہ دیکھنے کے لئے آنکھ، لین دین کیلئے پہنچوں تک ہاتھ اور چلتے وقت پاؤں کے کسی حصے کا ظاہر ہونا وغیرہ۔ البتہ پردہ کے لئے چہرہ کا چھپا ہونا اساسی حیثیت رکھتا ہے۔ [2] چنانچہ ارشادِ باری ہے:

﴿يَآاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَا بِيْبِهِنَّ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ (الاحزاب: ۵۹)

''اے نبی! اپنی بیویوں، بیٹیوں اور اہل ایمان کی عورتوں سے کہہ دیں کہ اپنے اوپر اپنی چادروں کے پلو لٹکا لیا کریں، یہ زیادہ مناسب طریق ہے تاکہ وہ پہچان لی جائیں اور نہ ستائی جائیں، اللہ غفور رحیم ہے''۔

اس آیت میں چادروں کے پلو لٹکانے کا معنیٰ بالکل وہی ہے جسے ہماری زبان میں گھونگھٹ نکالنا کہا جاتا ہے جس سے چہرے کا بیشتر حصہ بلکہ تقریباً پورا حصہ چھپ جاتا ہے اور نظریں نیچی کرکے چلنے سے راستہ بھی واضح نظر آتا ہے۔

اس آیت میں چادر کے لئے لفظ ''جلباب'' استعمال ہوا ہے، امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جلباب سے مراد وہ کپڑا ہے جو سر سمیت پورے بدن کو ڈھک لے، یعنی اتنی بڑی چادر اور

[1] علامہ البانی رحمہ اللہ نے ان شرائط کو اپنی کتاب جلباب المرأۃ المسلمۃ میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔
[2] کیونکہ چہرہ ہی انسان کی پہچان ہے، اور اس کا سارا ظاہری حسن چہرہ پر نمایاں ہوتا ہے، چہرہ کو خارج کردیا جائے تو سارا جسم انسانی گوشت کا مجموعہ نظر آتا ہے۔

اوڑھنی جو سر اور باقی بدن کو ڈھک لے، گھونگھٹ نکالنے کی تفسیر حضرت عبیدہ السلمانی رحمہ اللہ نے یہ کی ہے کہ عورت اپنی چادر کو سر سے اس طرح لٹکائے کہ اس کی صرف ایک آنکھ ظاہر رہے"۔ ①

بعض اہلِ علم چہرہ کے چھپانے کو وجوبی پردہ میں شمار نہیں کرتے، لیکن ان کا مسلک بطورِ دلیل کمزور ہے، یہ موقعہ ان دلائل کے ذکر اور ان پر رد کا نہیں ہے، البتہ کتابچہ کے آخر میں ایک استفتاء اور اس کا جواب بطورِ ضمیمہ شامل کیا جا رہا ہے، تفصیل کے لئے اس سلسلہ میں تالیف شدہ کتابوں کی طرف رجوع کریں۔ ②

② حجاب فی نفسہٖ زینت نہ ہو:

جس لباس سے عورت اپنے جسم کو چھپائے ہوئے ہے وہ ایسا مزین ومنقش اور جاذبِ نظر نہ ہو کہ دیکھنے والوں کو دعوت نظارہ دے رہا ہو، بے غیرت اور بے حمیت لوگوں کو یہ کہنے کا موقع ہاتھ آ رہا ہو کہ جب ظاہر اتنا خوبصورت ہے تو اس کے اندر کی چیز کس قدر صاحبِ ذوق اور خوبصورت ہوگی، کیونکہ شریعت کا منشا یہ ہے کہ عورت اجنبی مردوں سے اپنی زینت کو چھپائے تا کہ مردوں کی توجہ عورتوں کی طرف نہ جائے، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ﴾ "اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں"۔

پھر اگر اس قدر مزین ومزرکش کپڑا پہنا گیا ہو جو اپنی طرف لوگوں کی توجہ مبذول کرے تو قرآن کا مقصد ادا نہیں ہوا، زینت سے متعلق مزید بحث آگے آ رہی ہے۔

③ موٹا اور دبیز ہو:

وہ لباس اس قدر باریک نہ ہو جس سے عورت کا جسم جھلک یا ظاہر ہو رہا ہو، یہ ظاہر ہونا خواہ حقیقی ہو یعنی کپڑا اس قدر شفاف ہو کہ اس کے پہننے سے اندر کا چمڑا نظر آ رہا ہو، یا باریک اگرچہ نہیں ہے لیکن ایسا کپڑا ہے کہ جسم پر چپک جائے تو جسم کے اندر کا چمڑا اگرچہ ظاہر نہ ہو لیکن جسم

① دیکھئے: جلباب المرأة المسلمة ولباسها فی الصلوٰة (اردو ترجمہ) ص۱۲۔
② نیز دیکھئے ہماری کتاب "وجوبِ نقاب وحجاب" مطبوعہ مکتبہ کتاب وسنت، ریحان چیمہ، پاکستان۔ (ابوعدنان)

کے انگ انگ نمایاں اور فتنے میں مبتلا کر دینے والے اعضاء واضح ہو رہے ہوں۔ ذرا غور کریں کہ اس عورت کا چہرہ چھپانے سے کیا فائدہ جس کے برقعہ کی یہ کیفیت ہو کہ باریک ہونے کی وجہ سے اندر کے کپڑے، زیور حتیٰ کہ سینے کے اتار چڑھاؤ واضح ہوں۔ (اس شکل کو زینت چھپانا نہیں کہتے بلکہ زینت کی طرف متوجہ کرنا کہتے ہیں)۔

اس سلسلہ میں سب سے واضح دلیل وہ حدیثِ نبوی ﷺ ہے جس میں بعض عورتوں کو کپڑا پہنے ہوئے ہونے کے باوجود عریاں کہا گیا ہے، رسول ﷺ کا ارشاد ہے:

((صِنْفَانِ مِنْ أُمَّتِي لَمْ أَرَهُمَا قَوْمٌ مَعَهُمْ سِيَاطٌ كَأَذْنَابِ الْبَقَرِ يَضْرِبُوْنَ بِهَا النَّاسَ وَنِسَاءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ مُمِيْلَاتٌ مَائِلَاتٌ رُؤُوْسُهُنَّ كَأَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ ، لَايَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ وَلَايَجِدْنَ رِيْحَهَا وَإِنَّ رِيْحَهَا لَتُوْجَدُ مِنْ مَسِيْرَةِ كَذَا وَكَذَا)) [1]

”میری امت میں سے دو قسم کے لوگ ایسے ہیں جنہیں میں نے نہیں دیکھا، ① ایسے لوگ جن کے ہاتھوں میں گائے کی دُم کی طرح موٹے موٹے چابک ہوں گے جن سے لوگوں کو ماریں گے۔ ② اور ایسی عورتیں ہوں گی جو کپڑا تو پہنے ہوئے ہوں گی لیکن فی الواقع برہنہ ہوں گی (غیر مردوں کو) اپنی طرف مائل کرنے والی اور ان کی طرف خود بھی مائل ہونے والی ہوں گی، ان کے سر بختی اونٹ کی کوہان کی طرح ناز ونخرے کے ساتھ ایک طرف مائل ہوں گے، وہ نہ تو جنت میں داخل ہوں گی اور نہ ہی اس کی خوشبو پائیں گی حالانکہ اس کی خوشبو اتنی دوری سے محسوس کی جاتی ہے“۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے ایسی عورتوں کے بارے میں فرمایا:

((اِلْعَنُوْهُنَّ فَإِنَّهُنَّ مَلْعُوْنَاتٌ)) [2]

---

[1] صحیح مسلم: ۲۱۲۸، اللباس والزینۃ، مسند احمد: ۲/ ۳۵۶ صحیح ابن حبان: ۷۴۱۸، ۱۰/ ۴۲۸، بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔

[2] مسند احمد: ۲/ ۲۲۳، الطبرانی الصغیر: ۲/ ۱۲۸، بروایت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما، دیکھئے: الصحیحہ ۲۶۸۳۔

''ان پر لعنت بھیجو، اس لئے کہ وہ سب ملعون ہیں''۔

اس حدیث کے الفاظ ''کپڑا پہنے ہوں گی'' ''عریاں ہوں گی'' کی ایک تفسیر اہلِ علم نے یہ کی ہے کہ وہ ایسا کپڑا پہنے ہوں گی جس سے قابلِ ستر حصہ چھپا نہ ہوگا جسطرح کہ آج کل بہت سی عورتیں فیشنی برقعہ پہنتی ہیں جس سے ان کا چہرہ اور سر وغیرہ کھلا رہتا ہے، بعض برقعے ایسے بھی دیکھے ہیں کہ دائیں بائیں نیچے کی طرف سے اس طرح کھلے رہتے ہیں کہ چلتے وقت پاؤں اور اندر کے کپڑے ظاہر ہو جاتے ہیں، اسطرح بعض ایسی برقعہ پوش عورتیں دیکھی گئی ہیں کہ ان کا چہرہ تو چھپا ہوا ہے البتہ پیچھے سے زلفوں کی لٹیں بالکل ظاہر رہتی ہیں، یہ تو برقعہ پوش عورتوں کا حال ہے البتہ وہ عورتیں جو برقعہ سے آزاد ہوتی ہیں ان میں سے اکثر عورتوں کی کیفیت تو یہ ہوتی ہے کہ ان کے جسم کا لباس بظاہر تو کئی کپڑوں پر مشتمل ہوتا ہے لیکن سر، سینہ، پیٹ، حتیٰ کہ جسم کا اکثر حصہ کھلا ہوتا ہے یا ہر طرح پہچانا جاتا ہے۔

امام بغوی رحمہ اللہ یہ حدیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''اللہ کے رسول ﷺ کی مراد ان سے وہ عورتیں ہیں جو ایسے باریک لباس پہنتی ہیں جس سے اندر کی چیزیں ظاہر ہوتی ہیں، بظاہر تو یہ کپڑا پہنے ہیں لیکن فی الواقع وہ برہنہ ہیں''۔

آپ ﷺ کے مذکورہ فرمان کی ایک تفسیر یہ بھی کی گئی ہے کہ اس سے مراد وہ عورتیں ہیں جو اپنے ڈوپٹے کو (سر پر ڈال کر یا گردن میں ڈال کر) پیچھے لٹکا لیتی ہیں جس سے ان کے سینے کھلے رہتے ہیں یہ عورتیں کپڑا پہنے ہوئے ہونے کے باوجود برہنہ ہیں اس لئے کہ ان کا پورا جسم چھپا ہوا نہیں ہے۔

اور ایک تفسیر یہ بھی کی گئی ہے کہ وہ اللہ کی نعمتوں سے تو مالا مال ہیں لیکن شکر سے عاری ہیں، واضح رہے کہ پہلا مفہوم یا تفسیر ہی زیادہ صحیح ہے۔ [1]

خلاصہ یہ کہ ہر وہ کپڑا جو ایسا باریک ہو جس سے اندر کا جسم ظاہر ہو یا موٹا ہونے کے باوجود جسم

[1] شرح السنۃ: ۱۰/۲/۲۷، نیز دیکھئے: احکام القرآن لابن العربی: ۳/۱۴۰۱، التمہید لابن عبدالبر: ۱۳/۲۰۴۔

سے اسطرح چپک جائے کہ جسم کی ساخت اور پیچ وخم ظاہر ہوں، اس کا استعمال جائز نہیں ہے۔

④ کشادہ ہو تنگ نہ ہو:

شرعی پردہ کے لئے اہل علم نے ایک شرط یہ بھی رکھی ہے کہ وہ لباس ڈھیلا ڈھالا ہو، جسم پر ایسا تنگ نہ ہو کہ اس سے جسم کے پیچ وخم ظاہر ہوں۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جو قبطی کپڑے حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے پاس بطورِ ہدیہ بھیجے تھے ان میں سے ایک موٹی چادر اللہ کے رسول ﷺ نے مجھے بھی عنایت فرمائی جسے میں نے اپنی بیوی کو پہننے کے لئے دے دیا، آپ ﷺ نے مجھ سے پوچھا کہ جو چادر میں نے تمہیں دی تھی اسے استعمال کیوں نہیں کیا؟ میں نے عرض کیا کہ اسے میں نے اپنی بیوی کو دے دیا، آپ نے فرمایا:

((مُرْهَا فَلْتَجْعَلْ تَحْتَهَا غِلَالَةً فَإِنِّي أَخَافُ أَنْ تَصِفَ حَجْمَ عِظَامِهَا)) [1]

"اسے کہہ دو کہ اس کے نیچے کوئی استر لگا لے، کیونکہ مجھے خطرہ ہے کہ اس سے اس کے جسم کی ساخت ظاہر ہوگی"۔

وجہ استدلال یہ ہے کہ جس کپڑے سے جسم کی ساخت اور اس کا اتار چڑھاؤ ظاہر ہو وہ عورت کے لئے جائز نہیں ہے۔ اسی طرح اگر اتنا تنگ کپڑا پہنا گیا جو جسم پر اسقدر فٹ ہو کہ عورت کی کمر، سینہ، اور دوسرے اعضاء ظاہر ہو رہے ہوں تو ان کا پہننا بھی جائز نہ ہوگا، جیسا کہ آج کل نت نئے ڈیزائن اور کٹنگ کے برقعے جو بازاروں میں دستیاب ہیں وہ جسم پر بالکل فٹ اور اس قدر تنگ ہوتے ہیں کہ ان سے عورت کے جسم کے وہ حصے نمایاں رہتے ہیں جن سے مردوں کے فتنے میں پڑنے کا خوف ہے، ایسے برقعے قطعاً جائز نہیں ہیں۔

[1] مسند احمد: ۲۰۸/۵، سنن کبریٰ بیہقی: ۲۳۲/۲، بروایت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ، دیکھئے: جلباب المرأۃ المسلمۃ للالبانی: ۱۳۱۔

⑤ خوشبودار اور عطر بیز نہ ہو:

خوشبو کے اندر عجیب قسم کی کشش ہوتی ہے۔ بعض خوشبوئیں شہوت ابھارتی اور بعض مزاج میں نشاط پیدا کرتی ہیں، اسی وجہ سے شریعت نے عورتوں کو باہر نکلتے وقت خوشبو کے استعمال سے منع کیا ہے، اسی بنیاد پر علماء نے شرعی پردہ کے شرائط میں ایک اہم شرط یہ رکھی ہے کہ وہ لباس عطر بیز نہ ہو، ایسا نہ ہو کہ عورت اپنے آپ کو مکمل طور پر چھپائے ہوئے ہو حتیٰ کہ اس کی آنکھیں بھی نظر نہ آرہی ہوں لیکن اپنے برقعہ یا نقاب کو عطر، سینٹ یا بخور ودھونی وغیرہ کے ذریعے معطر کئے ہو، کیونکہ اس صورت میں پردہ کا مقصد حاصل نہیں ہوتا، شریعت نے بڑی سختی کے ساتھ عورتوں کو اس سے منع فرمایا ہے، چنانچہ اللہ کے رسول ﷺ کا فرمان ہے:

((أَيُّمَا امْرَأَةٍ اِسْتَعْطَرَتْ فَمَرَّتْ عَلٰى قَوْمٍ لِيَجِدُوْا رِيْحَهَا فَهِيَ زَانِيَةٌ)) [1]

”جو کوئی عورت خوشبو لگا کر لوگوں کے پاس سے گزرے تاکہ لوگ اس کی خوشبو محسوس کریں تو ایسی عورت زانیہ (یعنی زنا کو دعوت دینے والی) ہے“۔

اللہ کے رسول ﷺ نے بنی اسرائیل کی ہلاکت اور فتنے میں واقع ہونے کا سب سے اہم سبب اسی چیز کو قرار دیا ہے، چنانچہ ایک بار آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اَلدُّنْيَا حُلْوَةٌ خَضِرَةٌ فَاتَّقُوْهَا وَاتَّقُوا النِّسَآءَ))

”دنیا ہری بھری اور میٹھی ہے، تمہیں چاہئے کہ تم اس سے بچتے رہو اور عورتوں سے بھی بچتے رہو“۔ (کیونکہ بنی اسرائیل میں سب سے پہلا فتنہ عورتوں کے ذریعے ہی اٹھا)

پھر آپ ﷺ نے بنو اسرائیل کی تین عورتوں کا ذکر فرمایا:

((اِمْرَأَتَيْنِ طَوِيْلَتَيْنِ تُعْرَفَانِ وَامْرَأَةٌ قَصِيْرَةٌ لَا تُعْرَفُ، فَاتَّخَذَتْ

[1] مسند احمد: ۴/۴۰۰، سنن ابو داود: ۴۱۷۳، الترجل، سنن النسائی: ۱۵۳/۸، بروایت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، دیکھئے: صحیح سنن ابوداود: ۵۳۸/۲۔

رِجْلَيْنِ مِنْ خَشَبٍ وَصَاغَتْ خَاتَمًا فَحَشَتْهُ مِنْ أَطْيَبِ الطِّيبِ الْمِسْكِ وَجَعَلَتْ لَهُ غَلْقًا فَإِذَا مَرَّتْ بِالْمَلَإِ أَوْ بِالْمَجْلِسِ قَالَتْ بِهِ، فَفَتَحَتْهُ فَفَاحَتْ رِيحُهُ)) [1]

''بنواسرائیل میں تین عورتیں تھیں (جو ایک ساتھ باہر نکلتی تھیں) ان میں سے دو عورتیں لمبی تھیں جو از خود نمایاں تھیں البتہ تیسری عورت ناٹے قد کی تھی جو ان دونوں کے درمیان چھپ جاتی تھی، چنانچہ اس نے لکڑی کے دو پیر بنوائے (جس سے اس کی اونچائی بڑھ گئی) اور ایک انگوٹھی بنوائی اور اس میں اچھی سے اچھی خوشبو یعنی مشک بھر دی اور اس پر ایک ڈھکن لگالیا پھر جب وہ باہر نکلتی اور کسی مجلس میں بیٹھے ہوئے لوگوں کے پاس سے گزرتی تو انگوٹھی کے ڈھکن کو کھول کر حرکت دیتی، اس طرح اس کی خوشبو پھیلتی (اور لوگوں کی توجہ اس کی طرف مبذول ہو جاتی اس طرح یہ تیسری عورت اپنی خوشبو کے ذریعے مردوں کے لئے فتنہ وفساد کا سامان بنی)''۔

واضح رہے کہ انہیں دلائل کی بنیاد پر اہل علم نے عورتوں کے حق میں بھڑکیلی خوشبو لگا کر باہر نکلنے کو کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے۔ [2]

⑥ مردوں کے لباس کے مشابہ نہ ہو:

حجابِ شرعی کے سلسلہ میں اہل علم نے ایک شرط یہ بھی رکھی ہے کہ عورتوں کا لباس وحجاب مردوں کے لباس کے مشابہ نہ ہو، ان کا جوتا، سینڈل حتیٰ کہ سر کا غطاء (اوڑھنی) مردوں کے مشابہ نہ ہو، ان کا برقعہ مردوں کی شیروانی کے مشابہ نہ ہو۔ [3]

[1] مسند احمد: ۳/۴۶، صحیح ابن خزیمہ: ۱۶۹۹، ۲/۹۹، صحیح ابن حبان: ۵۵۶۴، ۸/۱۵۰، بروایت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، دیکھئے: الصحیحۃ: ۴۸۶۔ [2] الزواجر: ۲/۷۲۔

[3] اسی چیز کو بنیاد بنا کر سعودی عرب کے بعض علماء نے عورتوں کے اس برقعہ کو ناجائز قرار دیا ہے، جو دو=

اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے:

((لَيْسَ مِنَّا مَنْ تَشَبَّهَ بِالرِّجَالِ مِنَ النِّسَآءِ وَمَنْ تَشَبَّهَ بِالنِّسَآءِ مِنَ الرِّجَالِ)) [1]

''وہ عورتیں جو مردوں کی مشابہت اختیار کریں وہ ہم میں سے نہیں ہیں اور جو مرد عورتوں کی مشابہت اختیار کریں وہ بھی ہم میں سے نہیں ہیں''۔

ایک اور حدیث میں ہے:

((لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الرَّجُلَ يَلْبَسُ لِبْسَةَ الْمَرْأَةِ وَالْمَرْأَةَ تَلْبَسُ لِبْسَةَ الرَّجُلِ)) [2]

''اللہ کے رسول ﷺ نے اس مرد کو ملعون قرار دیا ہے جو عورتوں کا سا لباس پہنتا ہے اور اس عورت کو بھی ملعون قرار دیا ہے جو مردوں کا سا لباس پہنتی ہے''۔

⑦ کافر عورتوں کے لباس کے مشابہ نہ ہو:

اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے:

((مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ)) [3]

''جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرتا ہے اس کا شمار اسی کے ساتھ ہوتا ہے''۔

ایک بار حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ پیلے رنگ کا جوڑا پہن کر خدمتِ نبوی ﷺ میں

= حصوں میں اس طرح بٹا ہوا ہوتا ہے کہ کندھے سے لیکر پیر تک کے لئے ایک جزء اور چہرہ اور سر کے لئے دوسرا جزء، کیونکہ ان کے نزدیک یہ برقعہ مردوں کی بشت کے مشابہ ہے۔(بشت وہ بڑا کپڑا ہے جسے سعودیہ کی بڑی شخصیات معمول کے کپڑوں کے اوپر سے پہنتی ہیں)۔

[1] مسند احمد: ۱۹۹/۲، ۲۰۰، بروایت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما، دیکھئے: جلباب المرأۃ للالبانی، ص ۱۴۲۔

[2] سنن ابوداود: ۴۰۹۸، اللباس، سنن ابن ماجہ: ۱۹۰۳، النکاح، مسند احمد: ۳۵۵/۲، بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، دیکھئے: صحیح سنن ابوداود: ۵۲۹/۲۔

[3] سنن ابوداود: ۴۰۳۱، اللباس، مسند احمد: ۵۱۵۰/۲، بروایت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، دیکھئے: صحیح سنن ابوداود: ۵۰۴/۲۔

حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

”إِنَّ هٰذِهِ ثِيَابُ الْكُفَّارِ لَا تَلْبَسْهَا)) [1]

”یہ کافروں کا لباس ہے اسے مت پہنو“۔

ان دونوں حدیثوں اور متعدد آیات واحادیث کی روشنی میں علماء کرام نے شرعی حجاب ولباس کی ایک شرط یہ بھی رکھی ہے کہ وہ لباس کافر عورتوں کے لباس کے مشابہ نہ ہو، بلکہ یہ حکم صرف کافرہ عورتوں ہی تک محدود نہیں ہے بلکہ ایک مومن عورت کے لئے کسی فاسق وفاجر عورت کے ساتھ مشابہت بھی جائز نہ ہوگی، چنانچہ برقع، نقاب، اور لباس کے وہ ڈیزائن وکٹنگ جو شریف زادیوں کی پہچان کی بجائے فلمی ایکٹرسوں، ٹی وی اداکاراؤں میں ہوں جن میں جسم چھپانے کے بجائے حسن دکھانے کی کوشش ہوتی ہے قطعاً صحیح نہ ہونگے۔

مشابہت کے موضوع کو ہم نے تفصیل کے ساتھ اپنی کتاب ”وفاداری وبیزاری“ میں واضح کردیا ہے، اس کتاب کا مطالعہ کئی معنوں میں مفید ہوگا۔

⑧ لباسِ شہرت ونمائش نہ ہو:

شرعی لباس وپردہ کے لئے علماء کرام نے ایک شرط یہ بھی رکھی ہے کہ وہ لباسِ شہرت ونمائش نہ ہو۔ لباسِ شہرت کی تعریف علماء یہ کرتے ہیں کہ ایسا لباس جس کے پہننے کا مقصد اپنے آپ کو عام لوگوں سے نمایاں کرنا ہو خواہ وہ عمدہ لباس ہو یا گھٹیا۔ [2]

اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے:

((مَنْ لَبِسَ ثَوْبَ شُهْرَةٍ فِي الدُّنْيَا أَلْبَسَهُ اللّٰهُ ثَوْبَ مَذَلَّةٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثُمَّ أَلْهَبَ فِيْهِ نَاراً)) [3]

[1] صحیح مسلم: ۲۰۷۷، اللباس، النسائی: ۲۰۳/۸، مسند احمد: ۳۲۵/۲، بروایت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما۔

[2] نیل الاوطار: ۹۴/۲۔

[3] سنن ابو داود: ۴۰۲۹، اللباس، سنن ابن ماجہ: ۳۶۰۶، اللباس، مسند احمد: ۹۲/۲، بروایت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، دیکھئے: صحیح الجامع الصغیر: ۱۱۱۳/۲۔

”جو شخص دنیا میں شہرت کی خاطر لباس پہنے گا اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن ذلت کا لباس پہنائے گا پھر اس میں آگ کو بھڑکا دے گا“۔

یہ حدیث صراحۃً اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ ایسا لباس یا برقعہ قطعاً جائز نہیں ہے جس کے پہننے کا مقصد اپنے آپ کو عام عورتوں سے ممتاز کرنا ہو، خواہ یہ تمیز رنگ کے طور پر ہو، کٹنگ کے طور پر ہو یا کسی اور چیز میں، بہر صورت حرمت میں داخل ہوگا۔

ثانیاً: پردہ کن مردوں سے؟:

بالعموم مسلم دنیا میں پردے کی اہمیت ختم ہوتی جا رہی ہے بلکہ اسے دقیانوسی قرار دیا جا رہا ہے پھر بھی جن گھروں میں کسی حد تک دین سے تعلق قائم ہے ان کے یہاں بھی ایک بہت بڑی غلطی یہ ہوتی ہے کہ بہت سے وہ مرد جو شریعت کی نظر میں غیر محرم واجنبی ہیں اور ان سے پردہ لازمی اور تاکیدی ہے لیکن بعض اجتماعی اور معاشرتی عادات وحاجات کی وجہ سے عورتیں ان سے پردہ نہیں کرتیں یا یہ کہئے کہ نہیں کر پاتیں، بلکہ بات یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ لاعلمی کی وجہ سے بہت سے مرد وعورت یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ پردہ کے حکم میں یہ لوگ داخل ہی نہیں ہیں لہٰذا پردے کی کیا ضرورت؟ اس لئے یہاں ان افراد کی وضاحت کی جا رہی ہے جن سے پردہ نہیں ہے یا جنکے سامنے عورت کا اپنی زینت ظاہر کرنا جائز ہے۔ چنانچہ وہ مرد جن سے پردہ نہیں ہے وہ یہ ہیں:

① شوہر۔

② باپ، اس حکم میں دادا اور پردادا بھی داخل ہیں۔

③ بھائی خواہ سگا بھائی ہو یا ماں کی طرف سے یا باپ کی طرف سے۔

④ سسر، اس حکم میں سسر کا باپ بھی داخل ہے۔

⑤ داماد۔

⑥ بیٹا، اس حکم میں پوتا پڑپوتا وغیرہ بھی داخل ہیں، شوہر کا بیٹا بھی یہی حکم رکھتا ہے۔

⑦ بھتیجا، اس حکم میں بھتیجے اور بھتیجی کی اولاد بھی داخل ہے۔

⑧ بھانجا، اس حکم میں بھانجے اور بھانجی کی اولاد بھی داخل ہے۔

⑨ چچا۔

⑩ ماموں۔

⑪ نانا۔ (مذکورہ رشتے خواہ نسبی ہوں یا رضاعی دونوں کا ایک ہی حکم ہے)۔

⑫ مسلمان عورتیں یا میل جول کی عورتیں۔

اس شرط سے کافر اور غیر معروف کردار کی عورتیں خارج ہو جاتی ہیں، البتہ کافر عورتوں سے پردہ میں وہ سختی نہیں ہے جو سختی اجنبی مردوں سے ہے، یعنی ان کے سامنے چہرہ اور ہاتھ کھولا جا سکتا ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں وارد ہے کہ یہودی عورتیں ان کے پاس آیا کرتی تھیں اور ان کے چہرے اور ہاتھوں وغیرہ کو دیکھا کرتی تھیں البتہ مردوں کو اس کی اجازت نہ تھی۔ [1]

⑬ وہ نابالغ بچے جو ابھی عورتوں کی پردہ کی باتوں سے واقف نہیں ہیں۔

بہت سے علماء نے اس کی تحدید تقریباً دس سال، بارہ سال کی ہے۔ یعنی بچہ جب اس عمر کو پہنچ جائے تو اس سے پردہ ضروری ہے۔

⑭ وہ مرد جن میں جنسی شہوت نہ ہو۔ خواہ وہ فطری طور پر جنسی شہوت نہ رکھتے ہوں یا کسی وجہ سے شہوت کھو بیٹھے ہوں۔

⑮ زر خرید غلام۔

اس فہرست میں مذکور مردوں کے علاوہ تمام مرد غیر محرم و اجنبی کے حکم میں ہیں اور ان سے پردہ ضروری ہے، لیکن جہالت، رواج کی مجبوری اور لاپرواہی کی وجہ سے عورتیں عمومی طور پر بعض

[1] دیکھیے: امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی کتاب کا اردو ترجمہ 'مسلمان عورت کا پردہ' ص ۱۷، ۱۸۔ یعنی نہ محرم رشتہ دار جیسی بے تکلفی اور نہ ہی اجنبی مردوں جیسی احتیاط، بلکہ درمیانہ راستہ۔

غیر محرم رشتہ داروں سے پردہ نہیں کرتیں، جیسے ''دیور، جیٹھ، خالو، پھوپھا، بہنوئی وغیرہ'' ان رشتہ داروں کے بارے میں لوگ سمجھتے ہیں کہ ان سے پردہ ضروری نہیں ہے، حتیٰ کہ بعض دینی گھرانے اور شریعت کے پابند حضرات بھی اس سلسلہ میں شرعی حدود کے پابند نہیں رہتے، جس کی وجہ سے بہت سے گھرانے اجڑتے اور بگڑتے دیکھے گئے ہیں۔

سچ فرمایا رسول اکرم ﷺ نے کہ:

((اَلْحَمُوُ الْمَوْتُ)) [1] ''حمو، موت ہے''۔

''حمو'' شوہر کے قریبی مرد رشتہ داروں کو کہتے ہیں۔اس سلسلہ میں تساہل سے کام لینے والے حضرات و خواتین سے گزارش ہے کہ ایک طرف تو وہ سابق میں مذکور فرمانِ نبوی ﷺ پر غور کریں اور دوسری طرف ان سیکڑوں واقعات سے عبرت حاصل کریں جو ان کے اردگرد پیش آتے رہتے ہیں۔

ثالثاً:

ہمارے ہندو پاک میں بعض علاقوں کی اکثر عورتیں سمجھتی ہیں کہ پردے کا تعلق سسرالی خاندان اور حالتِ سفر سے ہے، اسی لئے عموماً دیکھا جاتا ہے کہ عورت جب اپنے میکے میں رہتی ہے تو پردے کا وہ اہتمام نہیں کرتی جو اپنے سسرال میں جا کر کرتی ہے بلکہ میکے میں پاس پڑوس کے گھروں میں آتے جاتے برقعہ اور چادر اوڑھنے کا اہتمام نہیں کرتی بلکہ بعض عورتیں اس میں شرم محسوس کرتی ہیں، اسی طرح اپنے چچازاد بھائی، ماموں زاد بھائی، پھوپھی زاد بھائی، خالہ زاد بھائی جیسے رشتہ داروں سے پردہ نہیں کرتیں حتیٰ کہ اپنے میکے میں رہتے ہوئے مزدوروں اور غیر مسلم افراد سے بھی پردہ نہیں کرتیں، لیکن جب کسی عورت کو معلوم ہو جائے کہ فلاں شخص میرے سسرال سے تعلق رکھتا ہے تو اس سے حد درجہ پردہ کا اہتمام کرتی ہے، بلکہ باعثِ تعجب یہ ہے کہ بہت سی جاہل عورتیں اپنے جیٹھ اور دیور سے تو پردہ نہیں کرتیں، لیکن اپنے سسر سے مکمل پردہ کرتی ہیں۔

[1] متفق علیہ بروایت عقبہ رضی اللہ عنہ، یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے۔

اسی طرح بہت سے مردوں اور عورتوں میں یہ تصوّر پایا جاتا ہے کہ جس مرد سے بچپن سے پردہ نہیں رہا بڑے ہونے کے بعد بھی اس سے پردہ نہیں ہے۔

یہ تمام تصورات غلط اور جاہلانہ ہیں اور بہت سے گھرانوں کے ویران ہونے کا سبب بنتے ہیں لہٰذا تمام غیر محرموں سے پردہ ضروری ہے، خواہ ہمارے رسم ورواج کیسے ہی رہے ہوں، بات رشتے کی نہیں، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کی ہے، اسی میں حفاظت اور اسی میں نجات ہے۔

رابعاً:

اسلام نے عورت کو یہ اجازت دی ہے کہ وہ بعض رشتہ داروں کے سامنے اپنی زینت کا اظہار کرسکتی ہے، اب سوال یہ ہے کہ اظہارِ زینت کی حدود کیا ہیں؟

بڑے ہی اختصار کے ساتھ اس کا جواب یہ ہے کہ اس سلسلہ میں مردوں کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

① شوہر:

اپنے شوہر کے سامنے عورت اپنی مکمل زینت کا اظہار کرسکتی ہے کیونکہ میاں بیوی کے درمیان کسی بھی چیز کا پردہ نہیں ہے۔

② عام محارم کے سامنے عورت کا اظہارِ زینت:

عام محارم کے سامنے عورت اپنی اس زینت کو ظاہر کرسکتی ہے جو کام کاج کے وقت ظاہر کرنا عادتاً ضروری ومجبوری ہوتا ہے، حسبِ ضرورت سر، کسی حد تک گلا، کلائیاں اور پنڈلیاں، نیز ان اعضاء میں پہنے ہوئے زیور۔ [1]

واضح رہے کہ آج کل ہمارے گھروں میں جو ماڈل اور ڈیزائن کے نام پر عریانیت پائی

[1] دیکھئے: سعودی عرب کے مقتدر علماء کی کمیٹی کا فتویٰ، مجلۃ البحوث الإسلامیۃ، ۲۴/۷۵۔

جارہی ہے کہ عورتیں اپنے جسم کا کافی حصہ بلاضرورت کھلا رکھتی ہیں، یا ایسا لباس پہنتی ہیں جو جسم پر اس قدر تنگ ہوتا ہے کہ مردوں کو فتنہ میں ڈالنے کیلئے کافی ہوتا ہے، ایسے تمام قسم کے لباس کا استعمال کسی طرح جائز نہیں ہے، بلکہ حق یہ ہے کہ آج کل ہمارے معاشرہ میں محارم کے ساتھ زنا کے جو واقعات کثرت سے پیش آرہے ہیں، اس کی ایک بہت بڑی وجہ یہی عریانیت اور عورتوں کا اپنی پوشیدہ زینت کو ظاہر کرنا ہے، بالخصوص جن مشترکہ گھروں میں کنوارے مرد موجود ہوں وہاں ایسے فتنے کا شدید خطرہ ہوتا ہے خواہ وہ شرعی محرم ہی کیوں نہ ہوں۔

③ عورت کے سامنے عورت کا اظہارِ زینت:

اس سلسلہ میں عام تصوّر یہ پایا جاتا ہے کہ عورت کا ستر عورت کے سامنے وہی ہے جو ایک مرد کا دوسرے مرد کے سامنے ہے، یعنی گھٹنے سے لیکر ناف تک، لیکن یہ تصوّر صحیح نہیں ہے، کیونکہ قرآن نے جہاں عورتوں کے سامنے اظہارِ زینت کی اجازت دی ہے اس سے دو باتیں سمجھ میں آتی ہیں۔

اول: عورتوں کو عام نہیں رکھا ہے بلکہ جن عورتوں کے سامنے اظہارِ زینت کی اجازت ہے وہ خاص عورتیں ہیں یعنی مسلمان اور میل جول رکھنے والی عورتیں جن کے اخلاق و عادات سے واقفیت ہو۔

دوم: ان مخصوص عورتوں کے سامنے اظہارِ زینت کی اجازت اسی سلسلۂ کلام میں وارد ہے جس میں محارم کے سامنے اظہارِ زینت کی اجازت ہے۔ لہٰذا ایک عورت کو عورتوں کے سامنے اپنی اسی زینت کے اظہار کی اجازت ہوگی جو عام محارم کے سامنے ہے، اس سے بڑھ کر مزید باطنی زینت کا اظہار جیسے سینہ، پیٹ اور ران وغیرہ کا عام عورتوں کے سامنے بھی اظہار جائز نہ ہوگا۔

سعودی عرب کے مقتدر علماء کی کمیٹی کا یہی فتویٰ ہے اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے بھی اپنی ایک کیسٹ (خطاب) میں اس موضوع کو تفصیل سے بیان کیا ہے اور اسی رائے کو راجح قرار دیا ہے۔

قارئینِ کرام! پردہ اور اس کی شرائط سے متعلق یہ چند باتیں مختصراً بیان ہوئی ہیں، شرعی پردہ کے لئے ان کا لحاظ رکھنا بہت ضروری ہے اور ایسے ہی پردہ کی صورت میں عورت اپنی عزت وعصمت کی حفاظت کرسکتی ہے اور شرعی حدود کے مطابق حکم پر عمل پیرا ہونے میں جسقدر کمی واقع ہوتی جائے گی اس کا دامنِ عصمت وعفت اسی قدر خطرے سے دوچار ہوتا جائے گا۔

یہ وہ حقائق ہیں جن کا اعتراف آج پردہ کے مخالف حضرات بھی کررہے ہیں، چنانچہ سعودی عرب کے اردو روزنامہ اخبار ''اردو نیوز'' بروز جمعہ ۲۴ جون ۲۰۰۵ء میں یہ خبر چھپی کہ ممبئی یونیورسٹی کی انتظامیہ نے یونیورسٹی میں تہذیب اور شائستگی کو فروغ دینے کے لئے تمام طالبات کو منی اسکرٹس، شرٹس اور دوسرے غیر شائستہ ملبوسات کے استعمال سے منع کردیا ہے اور کہا ہے کہ اس طرح وہ مردوں کی دست درازیوں اور زیادتیوں سے محفوظ رہیں گی۔ ممبئی یونیورسٹی کے وائس چانسلر ''وجے کھوسے'' کا کہنا ہے کہ طالبات کا لباس ایسا ہونا چاہئے کہ اس کو پہن کر نہ صرف خود شائستہ، مہذب اور متمدّن نظر آئیں بلکہ ساتھی طلباء اور اساتذہ کی نظریں بھی نہ بھٹکیں، یونیورسٹی حکام کا کہنا ہے کہ وہ طالبات کو روایتی شلوار قمیص پہننے کا مشورہ دیتے ہیں۔

اسی طرح سعودیہ کے مشہور اخبار ''الریاض'' بروز بدھ مطابق ۱۴۲۶/۱۰/۲۱ھ میں ایک خبر چھپی جس کا عنوان تھا کہ ''بریطانیہ میں رائے شماری کے مطابق زنا بالجبر کی بہت بڑی ذمہ داری عورتوں پر آتی ہے''۔ پھر اس کے تحت لکھا تھا کہ دونوں گروپوں کی رائے شماری کے بعد یہ بات واضح ہوتی ہے کہ زنا بالجبر کے جو واقعات آئے دن پیش آتے ہیں ان میں قابلِ ملامت خود عورتیں ہیں، کیونکہ وہ جب نشہ آور مشروبات استعمال کرتی ہیں اور ایسے حیا سوز لباس پہنتی ہیں جن سے ان کے فتنوں کی جگہیں ظاہر ہوتی ہیں تو وہ مردوں کی ہوس کا شکار بنتی ہیں۔

حضرات! یہ ہیں وہ اخباری اور میدانی شہادتیں جن میں دو وجہیں بڑے واضح طور پر بیان ہوئی ہیں: اول یہ کہ غیر شائستہ لباس کی وجہ سے عورتیں مردوں کی ہوس کا شکار بنتی ہیں۔ دوم یہ کہ

اس کی مکمل ذمہ داری لڑکیوں پر ڈالی گئی ہے۔

البتہ میں یہ کہتا ہوں کہ اس بارے میں سب سے بڑی ذمہ داری والدین اور سرپرستوں پر آتی ہے کہ ان حضرات نے صحیح نہج پر لڑکیوں کی پرورش نہیں کی، نہ انہیں صحیح تعلیم اور ہدایات سے نوازا اور عفت وعصمت کا درس دیا، اور نہ ہی یہ بتایا گیا کہ عصمت وعفت کے ڈاکو کون کون سے لوگ ہیں؟ کیونکہ عورتیں فطری طور پر کمزور عقل اور جذباتی ہوا کرتی ہیں، وہ اپنے نفع نقصان کے بارے میں صحیح اندازہ نہیں لگا سکتیں۔ لہٰذا اصل ذمہ داران کے والدین اور سرپرست حضرات ہیں نہ کہ لڑکیاں اور عورتیں۔ سچ فرمایا اللہ تعالیٰ نے:

﴿اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ﴾(النساء: ۳۴)

''مرد عورتوں پر حاکم ونگراں ہیں''۔ واللہ اعلم

⑦ خوشبو لگا کر باہر نہ نکلیں: [۱]

عورتوں کی عصمت وعفت کی حفاظت اور معاشرے کو فواحش ومنکرات سے بچانے کے لئے شریعت نے ایک اصول یہ بھی رکھا ہے کہ عورتیں خوشبو لگا کر باہر نہ نکلیں کیونکہ خوشبو عموماً جنسی جذبات وشہوت کو ابھارتی اور مردوں کی توجہ کو اپنی طرف مبذول کرتی ہے، خصوصاً بعض قسم کی خوشبوئیں ایسی ہوتی ہیں جو جنسی جذبات کے بھڑکانے کی عجیب تاثیر رکھتی ہیں اور آج کا مادہ پرست ذہن ''عورتوں کی خوشبو'' کے نام سے اسے بازار میں پیش کررہا ہے، اس لئے ایسی ہر عورت پر سخت وعید آئی ہے جو خوشبو لگا کر باہر نکلتی ہے چنانچہ حدیث میں ایسی عورت کو زانیہ یعنی زنا کی طرف دعوت دینے والی کہا گیا ہے۔ [۲] اور مسجد جہاں حاضری کے لئے زینت اختیار

[۱] شرعی پردہ کی شرائط میں جس خوشبو کا ذکر آیا ہے اس سے یہ عام ہے کیونکہ اس کا تعلق خاص حجاب کو معطر کرنے سے ہے، اور یہ موضوع جسم یا عام کپڑوں کو معطر کرنے سے متعلق ہے، اس لئے کسی کو یہ شبہہ نہیں ہونا چاہئے کہ مضمون میں تکرار ہے، اسی پر بعد کے عنوان کو بھی سمجھ لینا چاہئے۔
[۲] سنن ابوداود وغیرہ کے حوالہ سے یہ حدیث گزر چکی ہے۔

کرنے کا حکم قرآن میں ہے اور اللہ کے رسول ﷺ نے مسجد کو پاک صاف اور خوشبو سے معطر رکھنے کا حکم دیا ہے،[1] وہاں حاضری کے لئے بھی عورتوں کو خوشبو سے سختی کے ساتھ روکا ہے، چنانچہ ایک حدیث میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

((إِذَا خَرَجَتْ إِحْدَاكُنَّ إِلَى الْمَسْجِدِ فَلَا تَقْرُبَنَّ طِيباً)) [2]

''تم میں کی جو عورت مسجد کے لئے نکلے تو وہ خوشبو کے قریب بھی نہ پھٹکے''۔

حضرت موسیٰ بن یسار رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس سے ایک ایسی عورت کا گزر ہوا جس سے خوشبو پھیل رہی تھی، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے سوال کیا: اے ''جبار'' کی بیٹی! کیا تو مسجد کا ارادہ رکھتی ہے؟ اس نے جواب دیا: جی ہاں! حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پھر سوال کیا: کیا تو نے اس کے لئے خوشبو لگا رکھی ہے؟ اس نے جواب دیا: جی ہاں، میں نے مسجد میں حاضر ہونے کے لئے ہی خوشبو لگاتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: واپس جاؤ اور غسل کر کے آؤ کیونکہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو فرماتے سنا ہے:

((مَا مِنْ امْرَأَةٍ تَخْرُجُ إِلَى الْمَسْجِدِ تَعْصِفُ رِيحُهَا فَيَقْبَلُ اللّٰهُ صَلٰوةً حَتّٰى تَرْجِعَ إِلٰى بَيْتِهَا فَتَغْسِلَ غُسْلَهَا مِنَ الْجَنَابَةِ)) [3]

''جو عورت بھی مسجد کے لئے نکلے اور اس نے ایسی خوشبو لگا رکھی ہو جو پھیل رہی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی نماز اس وقت تک قبول نہیں فرماتا جب تک وہ واپس جا کر جنابت کی طرح (اچھی طرح) غسل نہ کر لے''۔

یہیں سے یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ جب مسجد میں آنے کے لئے خوشبو کا استعمال جائز نہیں ہے تو

[1] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں 'محلوں'' میں مسجد بنانے، انہیں پاک و صاف رکھنے اور معطر کرنے کا حکم دیا۔ (سنن ابوداود: ۴۵۵، الصلوۃ، سنن ابن ماجہ: ۷۵۸، المساجد، مسند احمد: ۲۷۹/۶ دیکھئے: صحیح الترغیب ۲۳۱/۱)

[2] صحیح مسلم: ۴۴۳، الصلوۃ، سنن النسائی: ۱۹۰/۸، مسند احمد، ۳۶۳/۶، بروایت زینب الثقفیہ رضی اللہ عنہا۔

[3] سنن ابوداود: ۴۱۷۴، اللباس، سنن ابن ماجہ: ۴۰۰۲، الفتن، مسند احمد: ۲۴۶/۲، دیکھئے: الصحیحہ ۱۰۳۱۔

بازاروں، پارکوں، عام محفلوں اور دفتروں میں خوشبو لگا کر جانا کیونکر جائز ہو سکتا ہے۔

مجھے ایک ایسے نوجوان کے بارے میں بتلایا گیا جو اپنی بڑی بہن کے گھر میں رہائش پذیر تھا، اور صبح کو جب کالج جانے لگتا تو اپنی گاڑی سے اپنی نوعمر بھانجی کو بھی اسکول پہنچا دیتا تھا، ایک دن راستے میں شیطان کے ورغلانے سے اس نے بھانجی سے چھیڑ خانی کی، بھانجی نے واپس آ کر یہ قصہ اپنی ماں کو بتلا دیا، ماں کو ایک طرف حیرت اور دوسری طرف سخت غصہ آیا کہ اس نوجوان نے کس قدر بے غیرتی اور نمک حرامی کا ثبوت دیا، کیونکہ اولاً تو وہ اس کی بھانجی تھی، دوسرے اس کے گھر میں رہائش پذیر تھا، چنانچہ ماں نے اپنے چھوٹے بھائی کو غیرت وشرم کا حوالہ دے کر کہا کہ تم نے یہ کیا کیا؟ اپنے گھر میں رکھنے کا تم نے مجھے یہی صلہ دیا؟ اس نوجوان نے جو جواب دیا تھا اس سے ہر ماں باپ کو عبرت حاصل کرنی چاہئے، اس نے کہا کہ اس میں میری کوئی غلطی نہیں ہے، غلطی آپ ماں بیٹی کی ہے کہ جب ہر صبح آپ اسے اچھی طرح سے مزین کر کے اور عمدہ خوشبو لگا کر رخصت کرتی ہیں تو اس کے انجام پر توجہ کیوں نہیں دیتیں؟

⑧ اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں:

زینت سے مراد بناؤ سنگھار اور آرائش ہے جیسے زیور، خوبصورت لباس یا اسی طرح کی باقی چیزیں جن کا استعمال عورتیں اپنے حسن وجمال میں مزید نکھار پیدا کرنے کے لئے کرتی ہیں۔

بسا اوقات دیکھا جاتا ہے کہ عورت اگر سادی اور طبعی حالت پر ہے تو اس کی طرف لوگوں کی توجہ کم ہوتی ہے جبکہ دوسری عورت خواہ خوبصورت نہ ہو لیکن اگر اس نے اپنے آپ کو بناوٹی حسن سے مزین کر رکھا ہے تو لوگوں کی توجہ کا مرکز بن جاتی ہے، اس لئے شریعت نے عورت کو اظہار زینت سے منع فرمایا ہے، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولٰى﴾ (الاحزاب: ۳۳)

''اور سابق دورِ جاہلیت کی سج دھج نہ دکھاتی پھرو''۔

اس آیت میں امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کو تبرّج سے روکا گیا ہے اور انہیں کے واسطے سے تمام

مسلمان عورتوں کو یہ پیغام دیا گیا ہے کہ جس طرح زمانۂ جاہلیت میں عورتیں بے پردہ نکلتی تھیں، ان کے چہرے اور سر کھلے ہوتے تھے، ان کے سینے پر دوپٹے کا آنچل نہیں ہوتا تھا ان کا گریبان کھلا اور سینے کا بالائی حصہ ظاہر رہا کرتا تھا، ان کی پوشیدہ زینتیں ظاہر رہا کرتی تھیں، اب اسلام کے آجانے کے بعد ایسا نہیں ہونا چاہئے، بلکہ اگر باہر نکلنا ہے تو آدابِ پردہ کا لحاظ کر کے ہر قسم کے ظاہری بناؤ سنگھار سے پرہیز کرتے ہوئے نکلنا چاہئے۔

علامہ نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں کہ تبرّج یہ ہے کہ عورت اپنی وہ زینت اور جمال و خوبصورتی جس کا چھپانا واجب ہے ظاہر کرے جس کے دیکھنے سے مردوں کی شہوت ابھرتی ہو۔ [۱]

اور ایک جگہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ص وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوَاتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التَّابِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ﴾ (النور: ۳۱)

''اور اپنا بناؤ سنگھار نہ دکھائیں بجز اس کے جو خود ظاہر ہو جائے اور اپنے سینوں پر اپنی اوڑھنیوں کے آنچل ڈالے رہیں، وہ اپنی زینت نہ ظاہر کریں مگر اِن لوگوں کے سامنے: شوہر، باپ، شوہروں کے باپ، اپنے بیٹے، شوہروں کے بیٹے، بھائی، بھائیوں کے بیٹے، بہنوں کے بیٹے، اپنے میل جول کی عورتیں، اپنے مملوک، زیر دست مرد جو شہوت نہ رکھتے ہوں، اور وہ بچے جو عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے ابھی واقف نہ ہوئے ہوں''۔

مذکورہ آیت میں دو قسم کی زینت کا ذکر آیا ہے:

---

[۱] تفسیر فتح البیان: ۲۷۴/۷۔

① ایک وہ زینت جس کا چھپانا مشکل ترین کام ہے جیسے کپڑے، راستہ دیکھنے کے لئے آنکھ، لین دین کے لئے ہتھیلی اور چلتے وقت پاؤں وغیرہ۔ اسی حکم میں آنکھوں کا سرمہ، انگلی کی انگوٹھی اور ہاتھ کی مہندی وغیرہ بھی داخل ہے۔

② دوسری وہ زینت جسے صرف محرم مردوں یا زرخرید غلاموں وغیرہ کے سامنے ظاہر کرنے کی اجازت ہے جیسے کلائی، اوراس کی چوڑیاں، چہرہ اور کان وغیرہ کے زیور وغیرہ۔

جہاں تک پہلی زینت کا تعلق ہے تو اس کا اظہار ایک ناگزیر ضرورت ہے اور شرعی طور پر اس کے ظاہر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، البتہ ایسے موقعوں پر مردوں کو حکم ہے کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اسے بچائیں۔ اور جہاں تک دوسری زینت کا تعلق ہے غیر محرم واجنبی مردوں کے سامنے اس کے اظہار کی اجازت نہیں ہے، وہ غیر محرم مرد خواہ عزیز واقارب ہوں، دوست وساتھی ہوں یا کوئی اور۔

یہ کس قدر حیرت کی بات ہے کہ بعض عورتیں اپنا چہرہ تو چھپائے ہوتی ہیں لیکن انکی کلائی اور اس میں پہنا ہوا زیور ظاہر اور لوگوں کو دعوتِ نظارہ دے رہا ہوتا ہے، اسی طرح بعض عورتیں اپنا چہرہ تو چھپائے ہوتی ہیں لیکن انکا برقع اس قدر تنگ ہوتا ہے کہ ان کے انگ انگ خاص کر سینہ اور کمر واضح رہتے ہیں، اسی طرح بعض عورتیں اپنے چہرے پر پردہ کئے رہتی ہیں لیکن پیچھے سے ان کی بال صاف ظاہر رہتے ہیں وغیرہ۔ اسی طرح بعض عورتیں اپنے چہرے کو چھپائے رکھنے کے باوجود ''اظہارِ زینت'' کے گناہ کا رتکاب کرتی ہیں، حالانکہ یہ ایسی اہم چیز ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے بسا اوقات صحابیات رضی اللہ عنہن سے ان باتوں پر بیعت لی تھی اور انہیں خصوصی حکم دیا تھا کہ اپنی زینت کو ظاہر کرتی نہ پھریں گی۔

چنانچہ مسند احمد میں حضرت امیمہ بنت رقیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب وہ اسلام پر بیعت کے لئے خدمتِ نبوی ﷺ میں حاضر ہوئیں تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((أَبَايِعُكِ عَلٰى أَلَّا تُشْرِكِي بِاللّٰهِ شَيْئاً وَلَا تَسْرِقِيْ، وَلَا تَقْتُلِي وَلَدَكِ وَلَا تَأْتِيْ بِبُهْتَانٍ تَفْتَرِيْنَهُ بَيْنَ يَدَيْكِ وَرِجْلَيْكِ وَلَا تَنُوْحِيْ

وَلَا تَبَرَّجِي تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولٰى)) [1]

''میں تم سے اس بات پر بیعت لیتا ہوں کہ تم اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا، چوری نہ کرنا، اپنے بچوں کو قتل نہ کرنا، اپنے ہاتھوں پیروں کے آگے کوئی بہتان نہ گھڑنا، نوحہ نہ کرنا، اور سابقہ جاہلیت کی سج دھج سے بچنا''۔

⑨ پوشیدہ زینت کے اظہار پر پابندی:

پوشیدہ زینت سے مراد ہر ایسی حرکت ہے کہ عورت پردہ یا آڑ میں رہنے کے باوجود مردوں کی توجہ اپنی طرف مبذول کر لے، جیسے زیور کی آواز، سریلی آواز، پازیب اور چوڑیوں کی جھنکار وغیرہ۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِنْ زِينَتِهِنَّ ﴾(نور: ۳۱)

''اور زور زور سے پاؤں مار کر نہ چلیں کہ ان کی پوشیدہ زینت معلوم ہو جائے''۔

اس حکم میں ہر وہ حرکت و آواز داخل ہے جس سے مردوں کی توجہ عورتوں کی طرف منتقل ہو جائے جیسے اونچی سینڈل کی آواز، سریلی آواز، زیور کی جھنکار وغیرہ، کیونکہ اس قسم کی ہر آواز سے فطری طور پر مردان آوازوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور پھر مختلف قسم کے خیالات و جذبات دل میں انگڑائیاں لینے شروع کر دیتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ شریعت نے نماز میں امام کو متوجہ کرنے کے لئے عورتوں کو تسبیح (سبحان اللہ کہنے) کی بجائے تصفیق (یعنی ہتھیلی بجانے) کا حکم دیا ہے، جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے:

((اَلتَّسْبِيحُ لِلرِّجَالِ وَالتَّصْفِيقُ لِلنِّسَآءِ)) [2]

[1] مسند احمد: ۱۹۶/۲، معجم الطبرانی الکبیر (مجمع الزوائد ۳۷/۶) بروایت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما، مسند احمد کے محققین نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے، دیکھئے: الصحیحہ ۴۳۷/۱۱۔

[2] صحیح البخاری: ۱۲۰۵ العمل فی الصلاۃ، صحیح مسلم: ۴۲۲ الصلاۃ بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔

"مردوں کو سبحان اللہ کہنا چاہئے اور عورتوں کو ہتھیلی بجانا چاہئے"۔

اسی چیز کو مدنظر رکھتے ہوئے علماء کا کہنا ہے کہ عورتوں کے لئے آذان و اقامت مشروع نہیں ہے اور نہ ہی حج و عمرہ کے موقع پر مردوں کی موجودگی میں وہ بلند آواز سے تلبیہ پڑھے گی۔ قابلِ غور بات ہے کہ جب آذان و اقامت اور با آواز تلبیہ وغیرہ عورتوں کے لئے مشروع نہیں ہے تو ان کا گانا گانا، غزل پڑھنا، حمد و نعت پڑھنا نیز لحن اور سریلی آواز سے لوگوں کے سامنے قرآن پڑھنا کیسے جائز ہو سکتا ہے؟

⑩ بغیر محرم کے سفر پر پابندی:

عورت فطری طور پر کمزور، جذباتی اور کم عقل پیدا کی گئی ہے، اس لئے اس کی حفاظت ضروری اور فطری امر ہے، اسی لئے مردوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ عورتوں کی حفاظت اور ان کی نگرانی کریں، سچ کہا ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ:

((خُلِقَ الرَّجُلُ مِنَ الْأَرْضِ فَجُعِلَتْ نَهْمَتُهُ الْأَرْضَ وَخُلِقَتِ الْمَرْأَةُ مِنَ الرَّجُلِ فَجُعِلَتْ نَهْمَتُهَا فِي الرَّجُلِ فَاحْبِسُوا نِسَآءَ كُمْ)) [1]

"اللہ تعالیٰ نے مرد کو زمین سے پیدا کیا اور اس کی خواہش و حاجت اس میں رکھ دی اور عورت کو مرد سے پیدا کیا اور اس کی حاجت و خواہش مرد کے اندر رکھ دی، لہٰذا تم عورتوں کو روکے رکھو (ان کی حفاظت کرو)"۔

عورت کی حفاظت اور اس کی عصمت و عفت کی حفاظت کے پیشِ نظر اسلام نے تاکیدی حکم دیا ہے کہ کوئی عورت بغیر ایسے محرم کے سفر نہ کرے جو اس کی حفاظت کر سکتا ہو اور اس کے جذبات کے سامنے روک بن سکتا ہو، چنانچہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((لَا تُسَافِرُ الْمَرْأَةُ إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ وَلَا يَدْخُلُ عَلَيْهَا إِلَّا وَمَعَهَا مَحْرَمٌ)) [2]

---

[1] شعب الایمان للبیہقی: ۱۰/۲۲۱۔

[2] صحیح البخاری: ۱۸۶۲، جزاء الصید، صحیح مسلم: ۱۳۴۱، الحج بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہما۔

"کوئی بھی عورت کسی محرم کے بغیر سفر نہ کرے اور کسی عورت کے پاس اس کے گھر میں اسوقت تک داخل نہ ہو جب تک اس کا محرم نہ ہو"۔

اور ایک روایت میں ہے:

((لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ وَلَا تُسَافِرُ امْرَأَةٌ إِلَّا وَمَعَهَا ذُوْمَحْرَمٍ)) [1]

"کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ خلوت اختیار نہ کرے اور نہ ہی کوئی عورت بغیر اپنے محرم کے سفر پر نکلے"۔

آپ ﷺ کا یہ فرمان سن کر ایک صحابی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ میری بیوی حج کے لئے جارہی ہے اور مجھے ایک غزوہ میں جانے کے لئے نامزد کردیا گیا ہے (اب میں کیا کروں؟) آپ ﷺ نے فرمایا: "جاؤ اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو"۔

ایک اور حدیث میں یہ حکم مزید تاکید کے ساتھ بیان ہوا ہے، ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

((لَا يَحِلُّ لِإِمْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِأَنْ تُسَافِرَ مَسِيْرَةَ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ إِلَّا مَعَ ذِيْ مَحْرَمٍ مِنْ أَهْلِهَا)) [2]

"جو عورت اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہو اس کے لئے جائز نہیں کہ وہ ایک رات دن کا سفر بغیر کسی محرم کے کرے"۔

اس طرح کی بہت ساری حدیثوں میں عورت کو بغیر محرم کے سفر کرنے سے روکا گیا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ ایک طرف جہاں عورت کی عصمت وعفت کی حفاظت ہو سکے اور اسے انسانی بھیڑیوں کے حملوں سے محفوظ رکھا جاسکے وہیں دوسری طرف یہ مقصد ہے کہ خود اس کے قدم نہ بھٹکنے پائیں کہ جذبات میں آکر کوئی ایسا قدم اٹھالے جو اس کے اہلِ خانہ کے لئے عار وشنار کا سبب بنے۔

[1] صحیح البخاری: ۳۰۰۶، الجہاد، صحیح مسلم: ۱۳۴۱، الحج بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہما۔
[2] موطأ امام مالک: ۱۷۹۰، ص۶۹۴، مسند احمد: ۲/۲۳۶، بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما۔

قارئین کرام! اس حکم اسلامی سے روگردانی کا نتیجہ ہے کہ آج دنیا میں چاروں طرف ایسے حادثات کثرت سے پیش آرہے ہیں کہ کوئی عورت سفر پر گئی تو واپس نہیں آئی، کسی کے ساتھ زنا بالجبر کا واقعہ پیش آیا، پچھلے سال راجستھان کے مشہور شہر جودھپور میں ایک جرمن عورت کے ساتھ زنا بالجبر کا واقعہ پیش آیا، یہ عورت اپنے ملک سے تن تنہا سیاحت کی غرض سے ہندوستان آئی ہوئی تھی، جے پور کی سیاحت کے بعد وہ جودھپور آرہی تھی، اسٹیشن پر اتر کر اس نے رکشا کیا، رکشا ڈرائیور اسے ہوٹل لے جانے کی بجائے اپنے کسی ساتھی کے ساتھ اسے کسی غیر آباد جگہ لے گیا جہاں دونوں نے مل کر اس کے ساتھ زنا بالجبر کیا۔ [1]

ضلع کانپور گوبند نگر کچی مڈیا کی رہنے والی ایک لڑکی جھانسی شہر میں اپنے کسی رشتہ دار سے مل کر جھانسی پیسنجر ٹرین سے کانپور جارہی تھی کہ راستے میں اسے دو بھائی دیپک اور منی لال نامی ملے، دونوں بھائیوں نے اسے دھوکہ دیکر بھیم سین اسٹیشن پر اتار لیا اور اپنے گھر لے گئے، جہاں دونوں نے باری باری اس کے ساتھ زنا کیا، یہ سلسلہ کئی دنوں تک جاری رہا، بالآخر وہ لڑکی کسی طرح وہاں سے نکل کر بھاگی اور اپنے گھر گوبند نگر پہنچی۔ [2]

پہنچی تو لیکن کب؟ جب اپنا سب کچھ لٹا چکی تھی۔

یہ صرف دو واقعے نہیں ہیں، بلکہ اخبارات اور میگزین پڑھنے والے حضرات روزانہ ہی ایسی خبریں پڑھتے رہتے ہیں، اس وقت میرے سامنے بھی متعدد ایسے واقعات اور کئی اخبار کے تراشے موجود ہیں جن سے عورتوں اور ان کے نگراں حضرات کی اس غلطی کا احساس ہوتا ہے، اس طرح بعض واقعات ایسے بھی سامنے آتے ہیں کہ اکیلے سفر کرنے والی عورتیں راستے میں غیر مردوں سے عشق و معاشقہ بھی شروع کر دیتی ہیں جس کا نتیجہ گھر کی بدنامی یا بربادی کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔

---

[1] جریدۃ الریاض: ۱۳ر مئی ۲۰۰۵ء۔
[2] انوکھی سچی کہانیاں: ص ۲۵، عدد ۴۷، سال پانچواں، ۲۰۰۶ء۔

واضح رہے کہ اسی حکم میں ہر وہ نکلنا داخل ہے جہاں عورت کی حمایت کی ضرورت ہو خواہ وہ سفر طویل ہو یا مختصر، یا صرف اکیلے سیر وتفریح کے لئے نکلنا ہو، بلکہ ایسے سچے واقعات کو میں نے اپنے بعض دروس کا موضوع بھی بنایا ہے، جیسے ہمارے درس کی کیسٹ ''قصہ اور عبرت''۔

حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ متعلقہ احادیث کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس سلسلہ میں وارد احادیث جو بظاہر مختلف ہیں۔ (۱) لیکن اصل مقصد یہ ہے کہ ہر ایسا سفر جو عورت کے لئے غیر مامون وغیرہ محفوظ ہو اور اس کے لئے فتنہ کا خوف ہو، اس سفر کے لئے اسکا بغیر محرم کے نکلنا جائز نہ ہوگا''۔ (۲)

(۱۱) نرم وشیریں بات سے پرہیز:

اس سے مراد یہ ہے کہ عورت کسی اجنبی مرد سے بات کرتے ہوئے ایسے نرم وشیریں لہجہ یا ایسی لوچ دار آواز استعمال نہ کرے جو بات کو طول دینے کا جواز دیتی ہو بلکہ اسے چاہئے کہ حسبِ ضرورت بولے اور بولنے میں بھی اس کے لہجہ میں سختی اور روکھا پن ہو، تا کہ اس سے بات کرنے والا شخص دل میں کسی غلط تمنا کو جگہ نہ دے اور صرف ضروری بات پر ہی اکتفا کرے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّ قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا﴾ (الأحزاب: ۳۲)

''اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو، اگر تم پرہیز گاری اختیار کرو تو نرم لہجہ میں بات نہ کرو کہ جس کے دل میں روگ ہو وہ کوئی برائی خیال

---

(۱) حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ کا اشارہ اُن احادیث کی طرف ہے جن میں سے بعض میں تین دن کے سفر کا ذکر ہے کسی میں ایک دن رات کے سفر کا ذکر ہے اور بعض میں صرف ایک دن کا ذکر ہے اور بعض میں ایک ''برید'' کی مسافت کا ذکر ہے' ان احادیث کے لئے دیکھئے: جامع الاصول ۵/۲۴، ۲۵، ۲۶، حدیث نمبر: ۳۰۱ تا ۳۰۱۴۔

(۲) التمہید لابن عبد البر: ۲۱/۵۵۔

کرلے، اور ہاں تم قاعدے کے مطابق کلام کرو"۔

اس آیت کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا مودودی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"یعنی ضرورت پیش آنے پر کسی مرد سے بات کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، لیکن ایسے مواقع پر عورت کا لہجہ اور اندازِ گفتگو ایسا ہونا چاہئے کہ جس سے بات کرنے والے مرد کے دل میں کبھی یہ خیال تک نہ گزر سکے کہ اس عورت سے کوئی اور توقع بھی قائم کی جاسکتی ہے، اس کے لہجہ میں کوئی لوچ نہ ہو، اس کی باتوں میں کوئی لگاوٹ نہ ہو، اس کی آواز میں دانستہ کوئی شیرینی گھلی ہوئی نہ ہو جو سننے والے مرد کے جذبات میں انگیخت پیدا کردے اور اسے آگے قدم بڑھانے کی ہمت دلائے، اس طرز گفتگو سے متعلق اللہ تعالیٰ صاف فرماتا ہے کہ یہ کسی عورت کو زیب نہیں دیتا جس کے دل میں اللہ کا خوف اور بدی سے پرہیز گاری کا جذبہ ہو۔ دوسرے الفاظ میں یہ فاسقات وفاجرات کا طرز کلام ہے نہ کہ مومنات ومتقیات کا"۔

آگے مزید لکھتے ہیں:

"اب ذرا یہ سوچنے کی بات ہے کہ جو دین عورت کو غیر مرد سے بات کرتے ہوئے بھی لوچدار اندازِ گفتگو اختیار کرنے کی اجازت نہیں دیتا اور اسے مردوں کے سامنے بلاضرورت آواز سے بھی روکتا ہو، کیا وہ کبھی اس کو پسند کرسکتا ہے کہ عورت اسٹیج پر آکر گائے ناچے، بھاؤ بتائے اور ناز ونخرے دکھائے، کیا وہ اس کی اجازت دے سکتا ہے کہ ریڈیو پر عورت عاشقانہ گیت گائے اور سریلے نغموں کے ساتھ فحش مضامین سنا سنا کر لوگوں کے جذبات میں آگ لگائے"۔ [۱]

حضرات! آج کے بقلم خود و بزبانِ خویش مہذب بنے لوگوں کو یہ بات عجیب معلوم ہوگی کہ عورت کسی مرد سے جب بات کرے تو سوکھے لہجے میں بات کرے، غیر ضروری بات نہ کرے، ایسا کیوں؟ لیکن ایسے لوگوں کو یقین رکھنا چاہئے کہ جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے عورتوں کو لوچدار آواز سے منع فرمایا ہے تو اس میں بہت بڑی حکمت ضرور پوشیدہ ہے خواہ وہ حکمت ہماری سمجھ میں آرہی ہو

[۱] تفہیم القرآن: ۴/۸۹، ۹۰۔

یا ہماری سمجھ سے باہر کی چیز ہو۔ نیز خود اللہ تعالیٰ نے اس کی بعض حکمتوں کی طرف اشارہ بھی فرمادیا ہے، وہ یہ کہ بیمار دل لوگ اس شیریں گفتگو سے آگے بڑھ کر کسی اور چیز کے متمنی نہ ہو جائیں۔

ہمارے ان بھائیوں کو اس بات پر تعجب ہے تو اس کی ایک طبعی وجہ یہ ہے کہ بعض وہ برائیاں جو عام ہو جاتی ہیں، اور آہستہ آہستہ دل ومزاج اس کا عادی ہو جاتا ہے تو اس کی قباحت لوگوں کے دلوں سے ختم ہو جاتی ہے، حتیٰ کہ عام لوگ اسے برائی نہیں سمجھتے، بلکہ بسا اوقات کبائر ومہلکات کے مرتکب حضرات بھی لوگوں کو برے نہیں لگتے۔ بعینہٖ یہی حالت اس وقت نماز چھوڑنے، عورت کا بے پردہ گھومنے، اجنبی مردوں سے کھلے عام گفتگو کرنے اور عورتوں کی نیم برہنہ تصویر، ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے اور ان سے بات کر کے لذت اندوز ہونے کی ہے کہ عام لوگوں کو یہ احساس بھی نہیں رہتا کہ ہم کوئی غیر شرعی کام کر رہے ہیں۔

لیکن ایک سچے مسلمان کو یہ یقین رکھنا چاہئے کہ اللہ عالم الغیبِ والشہادۃ کا ہر حکم حکمت پر مبنی اور انسان کے لئے اس پر عمل باعثِ خیر وبرکت ہے، نیز بسا اوقات ایسے حادثات پیش آجاتے ہیں جو انسان کو چار وناچار یہ ماننے پر مجبور کر دیتے ہیں کہ یہ الٰہی فیصلہ اپنی جگہ بالکل حق اور مبنی بر حکمت ہے، چنانچہ ہم جہاں رہتے ہیں اسی قریب میں ایک بار کسی عورت نے دیکھا کہ اس کا کوئی غیر محرم رشتہ دار لڑکا کسی لڑکی سے چھیڑ خانی کر رہا ہے، اس نے براہِ نصیحت اسے ٹیلیفون پر منع کیا اور اس گندے فعل کے برے انجام سے ڈرایا، لڑکے نے بھی اپنی غلطی کا اعتراف کیا، اس عورت کا شکریہ ادا کیا اور یہ بھی کہا کہ میرے سامنے ایک مشکل مسئلہ ہے، اگر کسی سے پوچھ کر اسے حل کر دیں تو آپ کی بڑی مہربانی ہوگی، چنانچہ اس طرح ان دونوں میں ٹیلیفون پر باتوں کا سلسلہ شروع ہوا اور وہ محترمہ بھول گئیں کہ:

إِذَا رَأَيْتَ نُيُوبَ اللَّيْثِ بَارِزَةً فَلَا تَظُنَّنَّ أَنَّ اللَّيْثَ يَبْتَسِمُ

”اگر تم شیر کے دانتوں کو کھلا دیکھو تو یہ نہ سمجھو کہ شیر مسکرا رہا ہے“۔

خلاصہ یہ کہ اس طرح دونوں کے باہمی تعلقات بڑھتے گئے جس کی ابتدا خالص خاندانی، دینداری اور اخلاص پر مبنی تھی۔ لیکن اب وہ محترمہ جو ناصح کی حیثیت سے سامنے آئی تھیں اور جس چیز سے اس لڑکے کو بچانا چاہتی تھیں اسی میں خود مبتلا ہو گئیں، نتیجہ یہ نکلا کہ دونوں اس غلط کام میں مبتلا ہو گئے جس کے لئے شریعت نے لوچدار آواز میں بات کرنے اور اجنبی مرد سے بات کو طول دینے سے منع فرمایا ہے۔

خلاصہ یہ کہ کسی بھی اجنبی شخص سے گفتگو کی جو حدود شرع نے رکھی ہیں ان سے تجاوز کرنا خطرے کی گھنٹی ہے، اور ان حدود میں رہنا عصمت وعفت کی حفاظت ہے۔

⑫ غیر محرم کو ہاتھ لگانے یا چھونے سے پرہیز:

فواحش ومنکرات پر روک تھام کے لئے شریعت نے ایک پابندی یہ رکھی ہے کہ کسی مرد کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی غیر محرم عورت کو چھوئے اور ہاتھ لگائے، چنانچہ اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے:

((لَأَنْ يُّطْعَنَ فِيْ رَأْسِ أَحَدِكُمْ بِمَخِيْطٍ مِّنْ حَدِيْدٍ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَّمُسَّ اِمْرَأَةً لَا تَحِلُّ لَهُ)) [1]

"کسی کے سر میں لوہے کی سوئی چبھو دینا اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی ایسی عورت کو چھوئے جو اس کے لئے حلال نہیں ہے"۔

واضح رہے کہ جو چوٹ یا تکلیف سر کے جس قدر قریب ہوگی اسی قدر اس میں تکلیف شدید تر ہوگی اور پھر سر میں بعض مقامات ایسے بھی ہیں جہاں اگر سوئی بھی چبھ جائے تو موت واقع ہو سکتی ہے، گویا کہ مفہومِ حدیث یوں بنا کہ شدید ترین تکلیف برداشت کر لو، موت کا خطرہ قبول کر لو لیکن کسی غیر محرم عورت کو ہاتھ مت لگاؤ۔

---

[1] معجم الطبرانی الکبیر: ۲۱۲/۲۰، بروایت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ، دیکھئے: الصحیحہ ۲۲۶۔

اس حدیث اور دوسرے دلائل کی بنیاد پر آئمۂ اربعہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ غیر محرم عورت سے مصافحہ جائز نہیں ہے۔ (۱)

قابلِ غور مقام ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ جو ہر قسم کی ظاہری و باطنی خوبیوں کا مجموعہ تھے، ہر قسم کے گناہ سے پاک اور معصوم برحق تھے، آپ کا بھی یہ معمول رہا ہے کہ آپ نے کبھی کسی اجنبی عورت کو ہاتھ نہیں لگایا، چنانچہ آپ کے حالات سے سب سے زیادہ باخبر ذات حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ یہ آیت پڑھ کر عورتوں سے زبانی بیعت لیتے ﴿لَا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا﴾ (۲)۔ اور آپ ﷺ کے دست مبارک نے کبھی کسی عورت کے ہاتھ کو نہیں چھوا الاّ یہ کہ وہ عورت آپ ﷺ کی ملکیت (وزوجیت) میں ہو۔ (۳)

حضرت امیمہ بنت رقیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں چند عورتوں کے ساتھ اللہ کے رسول ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کے لئے حاضر ہوئی، ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم آپ ﷺ سے اس بات پر بیعت کرتی ہیں کہ ہم شرک نہ کریں گی، چوری نہ کریں گی، زنا نہ کریں گی، اپنے ہاتھ پاؤں کے آگے کوئی بہتان گھڑ کر نہیں لائیں گی، چوری نہ کریں گی، اور کسی نیک کام میں آپ کی نافرمانی نہ کریں گی۔ حضرت امیمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جب ہم نے یہ الفاظ

---

(۱) المرأة المسلمة المعاصرة لاحمد باطبين: ص۴۲۲۔

(۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اشارہ سورۃ الممتحنہ کی درج ذیل آیت کی طرف ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَى أَن لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِينَهُ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ [آیت:۱۲]

''اے پیغمبر! جب مسلمان عورتیں آپ سے ان باتوں پر بیعت کرنے آئیں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گی، چوری نہ کریں گی، زنا کاری نہ کریں گی، اپنی اولاد کو نہ مار ڈالیں گی اور کوئی ایسا بہتان نہ باندھیں گی جو خود اپنے ہاتھوں پیروں کے سامنے گھڑ لیں، اور کسی نیک کام میں آپ کی نافرمانی نہ کریں گی، تو آپ ان سے بیعت کر لیا کریں اور ان کے لئے مغفرت طلب کریں، بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا معاف کرنے والا ہے''۔

(۳) صحیح البخاری: ۷۲۱۴، الاحکام، صحیح مسلم: ۱۸۶۶، الإمارة۔

دہرائے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ساتھ ساتھ یہ بھی کہہ لو:

((فِيمَا اسْتَطَعْنَ وَأَطَقْنَ))

''جہاں تک تمہارا بس چلے گا اور تمہارے لئے ممکن ہوگا''۔

یہ سن کر ہم نے کہا: اللہ اوراس کے رسول ہمارے لئے خود ہم سے زیادہ مہربان ہیں، اتنا ہوجانے کے بعد ہم نے اللہ کے رسول ﷺ سے مطالبہ کیا کہ اپنا دستِ مبارک پھیلائیں تا کہ (مردوں کی طرح مصافحہ کرکے) ہم بھی آپ سے بیعت کریں، لیکن آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((إِنِّي لَا أُصَافِحُ النِّسَآءَ إِنَّمَا قَوْلِي لِمَائَةِ امْرَأَةٍ كَقَوْلِي لِامْرَأَةٍ وَاحِدَةٍ)) ①

''میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کیا کرتا، میرا ایک عورت سے بات کرنا گویا سو عورتوں سے بات کرنا ہے (عورتوں سے میں صرف زبانی عہد لیتا ہوں)''۔

ایک اور صحابیہ حضرت عقیلہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں اور میری ماں فریرہ چند مہاجرہ عورتوں کے ساتھ خدمتِ نبوی ﷺ میں آپ ﷺ سے بیعت کرنے کے لئے حاضر ہوئیں، جس وقت ہم نے آپ ﷺ سے بیعت کی اس وقت آپ ﷺ مقام ابطح میں خیمہ زن تھے، آپ ﷺ نے ہم سے آیت: ﴿أَلَّا تُشْرِكْنَ بِاللَّهِ﴾ کے مطابق بیعت لی، جب ہم نے ان باتوں کا اقرار کرلیا اور بیعت کے لئے ہاتھ بڑھایا تو نبی ﷺ نے فرمایا:

((لَا أَمُسُّ أَيْدِيَ النِّسَآءِ)) ''میں عورتوں کا ہاتھ نہیں چھوتا''۔

چنانچہ آپ ﷺ نے ہمارے لئے مغفرت کی دعا کی اور یہی ہماری بیعت تھی۔ ②

خلاصہ یہ کہ اجنبی عورتوں سے مصافحہ اوران کا چھونا جائز نہیں ہے، بلکہ یہ بھی زنا کا پیش خیمہ اورمقدمہ ہے، کتنی ہی ایسی شریف زادیاں ہیں جو زنا کی غلاظت میں چھونے اور پکڑنے ہی

① مسند احمد: ۶/۳۵۷، سنن الترمذی: ۱۵۹۷، سنن النسائی: ۷/۱۵۷ دیکھئے: الصحیحہ ۵۲۹۔

② معجم الطبرانی الاوسط: ۷/۱۲۸، حدیث (۶۲۲۵)، معجم الطبرانی الکبیر: ۲۴/۳۴۲، دیکھئے: صحیح الجامع: ۲/۱۲۰۵۔

سے پڑی ہیں، کتنے ہی ایسے گھر ہیں جو چھونے اور بوس وکنار ہی کے ذریعے برباد ہوئے ہیں۔ اب ایسے واقعات کو ذکر کر کے میں موضوع کو طول نہیں دینا چاہتا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مسلم معاشرہ کو زنا اور فواحش سے پاک صاف رکھے، اور اُن اسباب سے بھی محفوظ رکھے جو زنا کی سیڑھی بنتے ہیں۔ ہر مسلمان کی عزت کی حفاظت فرمائے، بچوں اور بچیوں کو والدین کا مطیع اور ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے۔ میری اس حقیر سی کوشش کو قبول فرمائے اور اسے میرے اور میرے والدین کے لئے صدقۂ جاریہ بنائے۔ آمین۔

آخر میں اکبرالٰہ آبادی رحمہ اللہ کی ایک نظم پر جو لڑکیوں اور ان کی تعلیم وتربیت سے متعلق ہے اپنی بات ختم کرتا ہوں۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ بِنِعْمَتِهٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتِ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ.

مقصود الحسن فیضی

الغاط–سعودی عرب۔

تعلیم عورتوں کو بھی دینی ضرور ہے
لڑکی جو بے پڑھی ہو تو وہ بے شعور ہے

حسنِ معاشرت میں سراسر فتور ہے
اور اس میں والدین کا بے شک قصور ہے

ان پر یہ فرض ہے کہ کریں کوئی بندوبست
چھوڑیں نہ لڑکیوں کو جہالت میں شادومست

لیکن ضرور ہے کہ مناسب ہو تربیت
جس سے برادری میں بڑھے قدرومنزلت

آزادیاں مزاج میں آئیں نہ تمکنت
ہو وہ طریق جس میں ہو نیکی و مصلحت

ہر چند ہو علومِ ضروری کی عالمہ
شوہر کی ہو مرید تو بچوں کی خادمہ

مذہب کے جو اصول ہوں اسکو بتائے جائیں
باقاعدہ طریقِ پرستش سکھائے جائیں

اوہام جو غلط ہوں وہ دل سے مٹائے جائیں
سکے خدا کے نام کے دل میں بٹھائے جائیں

عصیاں سے محترز ہو خدا سے ڈرا کرے
اور حسنِ عاقبت کی ہمیشہ دعا کرے

تعلیم خوب ہو تو نہ آئے گی دام میں
خالق پہ لولگائے گی وہ اپنے کام میں

خیرات سے ہی ہوگی غرض خاص و عام میں
اسکو سکھایا جائے یہ واضح کلام میں

اچھا برا جو کچھ ہے خدا ہی کے ہاتھ ہے
نیکی اگر کرے گی تو فطرت بھی ساتھ ہے

تعلیم ہے حساب کی بھی واجبات سے
دیوار پر نشاں تو ہیں واہیات سے

یہ کیا زیادہ گن نہ سکے پانچ سات سے
لازم ہے کام لے وہ قلم اور دوات سے

گھر کا حساب سیکھ لے خود آپ جوڑنا
اچھا نہیں ہے غیر پہ یہ کام چھوڑنا

کھانا پکانا جب نہیں آیا تو کیا مزا
جوہر ہے عورتوں کے لئے یہ بہت بڑا

لندن کے بھی رسالوں میں میں نے یہی پڑھا
مطبخ سے رکھنا چاہئے لیڈی کو سلسلہ

وقت آپڑے تو گاڑھے گزی میں بھی عذر کیا — گھر کے لئے طعام پزی میں بھی عذر کیا
سینا پرونا عورتوں کا خاص ہے ہنر — درزی کی چوریوں سے حفاظت پہ ہو نظر
عورت کے دل میں شوق ہے اس بات کا اگر — کپڑوں سے بچے جاتے ہیں گل کی طرح سنور
کسبِ معاش کو بھی یہ فن ہے کبھی مفید — اک شغل بھی ہے دل کے بہلنے کی بھی امید
سب سے زیادہ فکر ہے صحت کی لازمی — صحت نہیں درست تو بے کار زندگی
کھانے بھی بے ضرر ہوں صفا ہو لباس بھی — آفت ہے ہو جو گھر کی صفائی میں کچھ کمی
تعلیم کی طرف ابھی اور اک قدم بڑھیں — صحت کے حفظ کے جو قواعد ہیں وہ پڑھیں
پبلک میں کیا ضرور کہ جا کر تنی رہو — تقلید مغربی پہ عبث کیوں ٹھنی رہو
داتا نے دھن دیا ہے تو دل سے غنی رہو — پڑھ لکھ کے اپنے گھر میں ہی دیوی بنی رہو

(کلیاتِ اکبر، ص۵۴۶-۵۴۸)

ضمیمہ

یہ چند سطور ایک محترمہ کے استفسار پر لکھی گئی تھیں جنھیں چہرے کے پردے سے متعلق کچھ شبہات تھے، افادۂ عامہ کے لئے بطورِ ضمیمہ اس کتابچہ میں شامل کیا جارہا ہے۔

استفسارات

① عورت کا چہرہ حجاب میں داخل ہے یا نہیں؟

② الف: اللہ کے رسول ﷺ کا حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے کیا رشتہ تھا؟

ب: کیا وہ آپ ﷺ کے سامنے بے نقاب آیا جایا کرتی تھیں؟

③ کیا حضرت اسماء رضی اللہ عنہا آخر وقت تک بغیر چہرے کا پردہ کیئے آپ ﷺ کے سامنے آیا کرتی تھیں؟

④ آپ ﷺ نے حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کو حضرت عبد اللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے یہاں عدت گزارنے کا حکم کیوں دیا؟

جوابات

① سوال: عورت کا چہرہ حجاب میں داخل ہے یا نہیں؟

① جواب: یہ مسئلہ علماء کے نزدیک مختلف فیہ رہا ہے۔ بعض اہلِ علم چہرے کا چھپانا پردے میں داخل سمجھتے ہیں اور بعض کے نزدیک چہرے کا چھپانا افضل ضرور ہے لیکن واجب نہیں۔ ہر فریق کے اپنے اپنے دلائل ہیں اور دونوں فریقوں نے حق تک پہنچنے کی غرض سے اپنے اپنے موقف کی تائید میں قرآن وسنت سے دلائل پیش کئے ہیں۔ اللہ سے دعاء ہے کہ حق پانے والے کو دوہرا اجر اور غلطی کرنے والے کو ایک اجر دے۔ آمین

ناچیز نے دونوں فریقوں کے دلائل کا مطالعہ کیا ہے اور جو رائے قرآن وسنت اور عمل صحابہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک تر محسوس ہوئی ہے اسے آپ کے سامنے اختصار کے ساتھ رکھ رہا ہے البتہ تفصیل کے لئے درج ذیل کتابوں کی طرف رجوع کر سکتے ہیں، مولانا مودودی کی کتاب ''پردہ'' مولانا عبدالسلام بستوی کی کتاب ''اسلامی پردہ'' شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ کی کتاب جس کا ترجمہ راقم سطور نے کیا ہے، ''مسلمان عورت کا پردہ اور لباس نماز'' علامہ محمد بن صالح العثیمین کا رسالہ ''الحجاب'' جس کا اردو ترجمہ بازار میں دستیاب ہے، اور مولانا عبدالرحمٰن کیلانی کی کتاب ''احکام ستر وحجاب'' [1] لیکن یہ واضح رہے کہ مولانا مودودی اور مولانا عبدالرحمٰن کیلانی کی ذکر کردہ بعض جزءیات قابل قبول نہیں۔

قرآن وسنت اور علماء کے اقوال کے مطالعہ کے بعد میرے نزدیک راجح مسلک یہ ہے کہ چہرہ اور دونوں ہاتھ پردہ کے حکم میں داخل ہیں جس کی وجوہات درج ذیل ہیں:

(واضح رہے کہ جو مقام چہرے کے پردے کا ہے وہ دونوں ہاتھوں کا نہیں)۔

① قرآن مجید کی بعض آیات پوری صراحت کے ساتھ پردے کا حکم دیتی ہیں اور اللہ ورسول ﷺ کا ہر حکم واجب کا درجہ رکھتا ہے الّا یہ کہ کسی دوسری دلیل سے اس کا وجوب منسوخ ثابت ہو۔ اور تاوقتِ تحریر کوئی ایسی دلیل میری نظر سے نہیں گزری جو صحیح وصریح ہو، اس کی تاویل کی گنجائش نہ ہو اور اس سے اس وجوبی حکم کو خاص یا منسوخ کیا جا سکے۔

پہلی آیت: اللہ تبارک وتعالیٰ رسول اللہ ﷺ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سے متعلق مسلمانوں کو تعلیم دے رہا ہے:

﴿وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعاً فَاسْأَلُوهُنَّ مِن وَّرَاءِ حِجَابٍ﴾

(الاحزاب: ۵۳)

---

[1] اس موضوع پر ہماری کتاب ''وجوبِ نقاب وحجاب'' بھی شائع ہو چکی ہے۔ مطبوعہ مکتبہ کتاب وسنت ریحان چیمہ، سیالکوٹ، صفحات ۱۶۸ (ابوعدنان)

"جب تم ان سے کوئی چیز طلب کرو تو پردہ کے پیچھے سے طلب کرو"۔

غور کریں کہ اگر چہرے کا پردہ واجب نہیں ہے تو پردے کے پیچھے سے مانگنے کا کیا معنیٰ رہ جاتا ہے؟ اس آیت میں ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سے کسی چیز کے طلب کرنے کو "پردہ کی اوٹ" سے مقید کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ چہرہ کھول کر لوگوں کے سامنے آنا یا انہیں کوئی چیز دینا جائز نہیں۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

بعض اہلِ علم نے اس آیت کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ حکم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کے ساتھ خاص تھا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اس کی کیا دلیل ہے؟ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن جو ہر قسم کے شک وشبہ سے پاک تھیں اور عام مسلمان ان کے بارے میں احترام و تعظیم کا ایسا عظیم جذبہ رکھتے تھے جو عام عورتوں کے بارے میں نہیں ہو سکتا۔ تو جب ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے بارے میں یہ حکم ہے تو عام عورتیں تو اس حکم پر عمل کی بدرجۂ اولیٰ حق دار ہیں جس کی مزید وضاحت درجِ ذیل آیت کرتی ہے:

② اسی سورۂ احزاب میں ایک اور جگہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿يَاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ذٰلِكَ اَدْنٰىٓ اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ (الاحزاب: ۵۹)

"اے نبی! اپنی بیویوں اپنی بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادریں لٹکایا کریں۔ اس سے بہت جلد وہ پہچان لی جائیں گی پھر وہ ستائی نہ جائیں گی۔ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے"۔

اس آیت میں صرف ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو ہی نہیں بلکہ عام مسلمان عورتوں کو بھی یہ حکم ہے کہ وہ اپنی چادروں کو اوپر سے لٹکا لیں جس کی عملی شکل وہی بنتی ہے جسے ہماری زبان میں گھونگھٹ نکالنا کہتے ہیں، جس سے چہرے کا عمومی حصہ بلکہ پورا حصہ چھپا رہتا ہے اور نظر نیچی

کر کے چلنے سے سامنے بھی نظر آتا رہتا ہے۔

اس لئے حق یہ ہے کہ یہ آیت چہرے کا پردہ ہونے کے حکم میں بالکل صریح ہے جسکا اعتراف تمام اہل علم کرتے ہیں۔

ان آیاتِ قرآنیہ کے علاوہ بکثرت احادیث سے چہرے کے پردے کا ثبوت ملتا ہے، چنانچہ آیت حجاب نازل ہونے کے بعد صحابیات رضی اللہ عنہن کا معمول بھی یہی رہا ہے کہ صرف ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن ہی نہیں بلکہ عام مسلمان عورتیں بھی اجنبی مردوں سے اپنا چہرہ چھپایا کرتی تھیں۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

الف: حادثۂ افک میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں واپس آکر اپنی جگہ بیٹھ گئی، اس دوران مجھے نیند آئی اور میں سوگئی، ادھر حضرت صفوان بن معطل السلمی رضی اللہ عنہ جو لشکر سے پیچھے رہ گئے تھے جب صبح کے وقت میرے پاس پہنچے تو ایک سوئے ہوئے آدمی کا وجود دیکھ کر میری جانب بڑھے اور مجھے دیکھ کر پہچان گئے، کیونکہ پردے کا حکم نازل ہونے سے پہلے مجھے دیکھ چکے تھے۔ان کے ﴿إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ﴾ کہنے سے میں بیدار ہوگئی، چہرے کو اپنی چادر سے چھپالیا (یعنی چہرہ کا پردہ کرلیا)۔ [1]

ب: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب آیت ﴿وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ﴾ (سورۃ النور:۳۱) نازل ہوئی تو مسلمان عورتوں نے اپنے ازار (تہبند) کو پھاڑ کر اسے اوڑھنی بنالیا۔ (اوراس سے اپنے چہروں کو ڈھک لیا) [2]

واضح رہے کہ بعض صحیح روایات میں مسلمان عورتوں خصوصاً انصار کی عورتوں کے اس عمل کو ''اعتجار'' سے تعبیر کیا گیا ہے۔ [3]

اور مشہور محدث امام ابن الاثیر نے اعتجار کی تفسیر اپنی کتاب غریب الحدیث میں اس طرح

---

[1] بخاری ومسلم
[2] بخاری، ابوداود، فتح الباری ۸/۴۹
[3] دیکھئے: فتح الباری ۸/۴۹۰

کی ہے:

''اپنے عمامہ یا چادر کو اپنے سر پر لپیٹ کر اس کے ایک حصہ کو چہرے پر لٹکا لینا ''اعتجار'' کہلاتا ہے''۔ (۱)

دوسرے لفظوں میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ حکمِ الٰہی کی تعمیل میں مسلمان عورتوں نے فوراً غیر محرم مردوں سے اپنے چہروں کو چھپالیا۔

ج: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم لوگ حالتِ احرام میں ہوتے جب قافلے ہمارے سامنے سے گزرتے تو ہم اپنی چادر کو اپنے چہرے پر لٹکا لیتے اور جب قافلے گزر جاتے تو ہم اپنا چہرہ کھول لیتے۔ (۲)

اس قسم کی بہت سی حدیثیں ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ عہد نبوی ﷺ میں جو حجاب رائج تھا اس میں چہرے کا چھپانا بھی شامل تھا۔ فضیلۃ الشیخ صفی الرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''ابراز الحق والصواب في مسألة السفور والحجاب ''(ص ۴۷ تا ۵۲) میں ایسی بارہ حدیثیں نقل کی ہیں جن سے چہرے کے پردے کا ثبوت ملتا ہے۔

③ تیسری وجہ یہ ہے کہ میری معلومات کی حد تک کتبِ حدیث میں ایسی کوئی ایک بھی حدیث نہیں ہے جو اپنے معنیٰ میں صریح ہو، سند کے لحاظ سے صحیح بھی ہو اور اس میں کسی تاویل کی بھی گنجائش نہ ہو جس سے چہرے کے پردہ کے عدمِ وجوب پر استدلال کیا جا سکے۔ اس سلسلہ میں جتنی حدیثیں ذکر کی جاتی ہیں وہ یا تو صحیح نہیں ہیں، یا پھر اپنے معنیٰ میں صریح نہیں ہیں، یا پھر ان میں تاویل کی گنجائش ہے، جس کی مثالیں آگے آ رہی ہیں۔

میں بڑی وضاحت کے ساتھ یہ کہنا چاہوں گا کہ عصرِ حاضر میں چہرے کے پردہ کے عدمِ وجوب پر جتنے لوگوں نے لکھا ہے میرے نزدیک ان میں سب سے زیادہ ذی علم اور قابلِ احترام

(۱) النھایۃ فی غریب الروایۃ ۳/۱۸۵

(۲) مسند احمد: ۶/۳۰، سنن ابوداود، ۱۸۳۳، المناسک، سنن ابن ماجہ ۲۹۳۵، المناسک

شخصیت علامہ البانی رحمہ اللہ کی ہے، حتیٰ کہ حدیث کی تصحیح وتضعیف میں کافی حد تک میں خود علامہ رحمہ اللہ ہی پر اعتماد کرتا ہوں (جس نے میری تالیفات کا مطالعہ کیا ہے وہ اس کی گواہی دے گا) لیکن البتہ اندھی تقلید نہیں۔ علامہ رحمہ اللہ کی جو کتابیں حجاب سے متعلق ہیں خواہ وہ ''حجاب المرأة المسلمة'' کے نام سے ہو یا ''جلباب المرأة المسلمة''، ان کا ہم نے ایک سے زائد بار مطالعہ کیا ہے، لیکن علامہ رحمہ اللہ کے پیش کردہ دلائل پر دل مطمئن نہیں ہے، بلکہ بسا اوقات ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس موضوع پر علامہ رحمہ اللہ بے جا تکلف سے کام لے رہے ہیں۔ اللہ ان کی مغفرت فرمائے، ان کے درجات کو بلند کرے اور تمام مسلمانوں اور خصوصاً اہل حدیثوں کی طرف سے اللہ انہیں بہتر بدلہ عطا فرمائے۔ آمین

④ چوتھی وجہ یہ ہے کہ چہرہ ہی انسانی خوبصورتی کا اصل مظہر ہے۔ کسی بھی مرد و عورت کی خوبصورتی کا اندازہ اس کے چہرے ہی سے لگایا جاتا ہے۔ اور یہ بھی مشاہدہ ہے کہ کسی بھی ایسی عورت کی طرف نظریں نہیں اٹھتیں جو مکمل پردہ کا التزام کئے ہوئے ہو۔ اور عورت شرعی پردہ سے جس قدر عاری ہوتی ہے اس کی طرف انسانی نظریں خاص کر للچائی نظریں اٹھتی دکھائی دیتی ہیں۔ اس لئے عقل کا بھی تقاضہ ہے کہ چہرے کو پردے کے حکم میں شامل کیا جائے۔ واللہ اعلم۔

② **سوال**:

الف: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے کیا رشتہ تھا؟

ب: کیا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بے نقاب آیا جایا کرتی تھیں؟

② **جواب**: پہلے جزء کا جواب یہ ہے کہ وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی چچازاد اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سگی بہن تھیں، ان کا نام ''فاختہ'' بتایا جاتا ہے۔ فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئیں۔ فتح مکہ سے فارغ ہونے کے بعد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کے یہاں تشریف لے گئے اور آٹھ رکعت چاشت کی نماز پڑھی۔ جیسا کہ صحیح بخاری وغیرہ میں اس کا تذکرہ موجود ہے۔ (یہ حدیث کتب

ستہ میں موجود ہے، دیکھئے: جامع الاصول ۱۱۰/۶، ۱۱۱) ۵۰ھ کے لگ بھگ ان کا انتقال ہوا۔

دوسرے جزء کا جواب یہ ہے کہ میری معلومات کی حد تک کسی بھی صحیح حدیث سے یہ ثابت نہیں کہ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنا چہرہ کھول کر آیا کرتی تھیں اور وہ بھی آخری وقت تک ان کا یہ معمول تھا۔ یہ بات قطعاً قابل قبول نہیں ہے، معلوم نہیں کس دلیل کی بنیاد پر ایسا کہا جارہا ہے! ایسا محسوس ہوتا ہے کہ لوگوں نے یہ جملہ مولانا مودودی رحمہ اللہ کی تفسیر سے لیا ہے، کیونکہ مولانا نے اپنی تفسیر میں کچھ ایسا ہی لکھا ہے۔ حالانکہ دلائل سے اس کی تائید نہیں ہوتی۔ مولانا مودودی نے سنن ابی داود کی درج ذیل حدیث کا حوالہ دیا ہے۔ اسے آپ کے سامنے رکھتے ہیں جس پر آپ خود بھی غور کر سکتے ہیں۔

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ فتح مکہ کے دن حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بائیں جانب بیٹھ گئیں اور حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں جانب بیٹھ گئیں۔ اتنے میں ایک بچی ایک برتن لے کر آئی جس میں پینے کی کوئی چیز تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پی کر باقی ماندہ شربت حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کو دیدیا، جسے وہ پی گئیں پھر کہنے لگیں: اے اللہ کے رسول! صلی اللہ علیہ وسلم میں تو روزے سے تھی اور افطار کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا کوئی قضا روزہ پورا کر رہی تھیں؟ انہوں نے جواب دیا: نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی نفلی روزہ ہے تو توڑ دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ [۱]

یہ ہے وہ حدیث جس کی طرف اشارہ کر کے مولانا مودودی یہ بات ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ "آخری وقت تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آتی رہیں اور کم از کم منہ اور چہرے کا پردہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی نہیں کیا"۔ [۲]

---

[۱] سنن ابی داود، ح ۲۴۵۶، کتاب الصوم
[۲] تفہیم القرآن، ۳۸۹/۳

اس استدلال پر چند اعتراضات:

① سنن ابی داود میں یہ حدیث جس سند اور سیاق میں مروی ہے وہ ضعیف ہے، کیونکہ:

الف: اس حدیث کی سند میں ایک راوی یزید بن ابی زیاد ہے جو علماء حدیث کے نزدیک ضعیف ہے اور وہ عقیدۃً شیعہ ہے۔ [1]

ب: یہ واقعہ فتح مکہ کے دن کا بیان ہوا ہے جبکہ مؤرخین کے نزدیک یہ بات مسلّمہ ہے کہ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئیں۔ [2] پھر وہ جس دن مسلمان ہوئیں اس دن روزہ رکھنے اور وہ بھی نفلی روزہ رکھنے کا کیا سوال بنتا ہے؟

اسی طرح اسلام لانے کے پہلے ہی دن انہیں ستر وحجاب کے مسائل کیسے سمجھائے جا سکتے ہیں؟

② اس حدیث میں مذکور ہے کہ اس وقت حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا نفلی روزے سے تھیں جبکہ فتح مکہ رمضان المبارک میں پیش آیا ہے اور ایک مقیم کے لئے رمضان المبارک میں نفلی روزے رکھنے کا سوال کیسے پیدا ہو سکتا ہے؟

③ اس حدیث میں کہیں یہ صراحت نہیں ہے کہ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے اپنے چہرے کو کھولے ہوئے آئی تھیں؟

④ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کی جو علمی تحقیق پیش کی ہے اس کے مجموعے سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ کسی موقع پر اللہ کے رسول ﷺ ام ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے۔ انہوں نے ضیافت میں کوئی پینے کی چیز پیش کی جسے پی کر آپ ﷺ نے برتن حضرت ام ہانی کو واپس کر دیا، برتن میں بچا ہوا شربت حضرت ام ہانی پی گئیں، پھر کہنے لگیں کہ اللہ کے رسول ﷺ! میں روزے سے تھی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نفلی روزہ رکھنے والا شخص اپنے روزے کو پورا کرنے اور توڑ دینے کا اختیار رکھتا ہے۔ [3]

[1] دیکھئے: تقریب التہذیب، ص ۱۰۷۵۔

[2] سیر اعلام النبلاء ۲/ ۳۱۲

[3] دیکھئے علامہ البانی کی صحیح ابوداود، ۷/ ۲۱۵، ۲۱۹

اس حدیث کو پڑھ کر ہر شخص غور کر سکتا ہے کہ اس میں نہ تو یہ ذکر ہے کہ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بے پردہ حاضر ہوئی تھیں اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں بیٹھ کر بات چیت کرنے اور کھانے پینے میں مشغول تھیں، بلکہ حدیث میں مذکور صورتِ حال تو پردہ کی حالت میں بھی پیش آسکتی ہے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ کسی بھی صحیح حدیث میں مذکور نہیں ہے کہ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا آخر وقت تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے چہرے کا پردہ کئے بغیر آتی جاتی تھیں، نیز یہ نکتہ بھی قابلِ غور ہے کہ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئیں، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی عمر کے ساٹھ سال پورے کر چکے تھے۔ اب اگر اس کے بعد کسی موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں (اور اگر یہ بھی فرض کر لیا جائے کہ اس وقت حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا اپنے چہرے کو کھولے ہوئے تھیں) تو اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ دو جوان عمر چچازاد بھائی بہن وغیرہ کو یہ اجازت ہو کہ وہ ایک دوسرے کے سامنے بیٹھ کر بے تکلف باتیں کریں؟ اور مطبخ وغیرہ میں خلوت وجلوت کی پروا کئے بغیر آئیں جائیں! شریعت اس کی اجازت ہرگز نہیں دیتی، بلکہ مذکورہ واقعہ سے صرف اس قدر گنجائش نکالی جا سکتی ہے کہ اگر فتنے کا خوف نہ ہو تو چچازاد بھائی یا ماموں زاد بھائی وغیرہ کے سامنے عورت شرعی حدود کو برقرار رکھتے ہوئے (یعنی کم از کم چہرے پر نقاب یا گھونگٹ ڈالے ہوئے) بعض ضروری باتیں کر سکتی ہے اور انہیں چائے وغیرہ پیش کر سکتی ہے۔ **وَاللّٰهُ اَعْلَمُ**

③ **سوال**: تیسرے سوال کا ماحصل یہ ہے کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بہن اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سالی تھیں، کیا آخر وقت تک چہرے کا پردہ کئے بغیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آیا کرتی تھیں؟

③ **جواب**: یہ سوال بھی مولانا مودودی رحمہ اللہ کی تفسیر میں مذکور بعض ضعیف اور مجمل

حدیثوں کی بنیاد پر ماخوذ نتیجے سے متاثر ہوکر کیا جارہا ہے۔ چنانچہ مولانا لکھتے ہیں:

"بکثرت احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا جو نبی ﷺ کی سالی تھیں، آپ ﷺ کے سامنے ہوتی تھیں اور آخر وقت تک آپ ﷺ کے اور انکے درمیان کم از کم چہرے اور ہاتھ کا کوئی پردہ نہ تھا۔ حجۃ الوداع نبی کریم ﷺ کی وفات سے چند مہینے پہلے کا واقعہ ہے اور اس وقت بھی حالت یہی تھی"۔ ملاحظہ ہو ابو داود، کتاب الحج، باب المحرم یؤدب غلامہ۔ (۱)

حق یہ ہے کہ مولانا کی یہ بہت بڑی بھول ہے اور ان کا یہ دعویٰ قطعاً بے بنیاد ہے۔ پہلے میں وہ حدیث نقل کردینا چاہتا ہوں جس کا حوالہ مولانا مودودی نے دیا ہے۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم لوگ اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ حج کے لئے نکلے، جب مقامِ عرج پر پہنچے تو آپ ﷺ نے نزول فرمایا اور ہم لوگ بھی ٹھہر گئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے رسول ﷺ کے پہلو میں بیٹھیں اور میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں بیٹھ گئی، اللہ کے رسول ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا سامانِ سفر ایک ہی اونٹ پر ان کے ایک غلام کے ساتھ تھا، الحدیث۔

اس حدیث سے مولانا کا استدلال ہے کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ چہرہ کھول کر بیٹھی تھیں۔ حالانکہ اولاً تو یہ حدیث ضعیف ہے جس کا سبب محمد بن اسحاق کا مدلس ہونا ہے۔ اس لئے کہ حافظ منذری لکھتے ہیں کہ اس حدیث کی سند میں محمد بن اسحاق ہیں۔ (۲)

نیز صحیح ابن خزیمہ جو علامہ البانی کی نظر ثانی کے بعد چھپی ہے، اس کے محقق لکھتے ہیں کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے، کیونکہ ابن اسحاق نے اس حدیث کو "عن فلان" کے صیغہ سے بیان کیا ہے۔ (۳)

---

(۱) تفہیم القرآن، ۳۸۸/۴
(۲) عون المعبود، ۲۶۴/۵
(۳) صحیح ابن خزیمہ ۱۹۸/۴

علامہ البانی نے صحیح سنن ابوداود میں اس حدیث کی ایک اور سند کا ذکر کیا ہے لیکن اس سند میں دو راوی ضعیف ہیں۔ایک راوی عیسیٰ بن معمر ضعیف اور دوسرے راوی محمد بن عمر واقدی جھوٹے ہیں،اس لئے یہ کسی بھی طرح پہلی سند کو تقویت نہیں دے سکتی۔وَاللّٰہُ اَعْلَمُ.

ثانیاً: اس حدیث میں کہیں یہ اشارہ موجود نہیں ہے کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اس وقت اپنے چہرے کو کھول کر بیٹھی ہوئی تھیں۔اور ہر شخص جانتا ہے کہ سفر کے موقع پر ایک ساتھ سفر کرنے والے خاندان اس طرح ایک دوسرے کے قریب بیٹھتے ہیں،لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کے ساتھ سفر کرنے والی یا بیٹھنے والی عورتیں اپنے چہرے اور منہ کو کھولے ہوئے بھی ہوں۔بلکہ یہ تجربہ سے ثابت ہے کہ ایسے موقعوں پر شرعی پردہ کا اہتمام بڑی آسانی سے ہوسکتا ہے۔

مولانا لکھ رہے ہیں کہ بکثرت احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آخر وقت تک اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے درمیان کوئی پردہ نہیں تھا جبکہ مجھے تو دو چار ایسی حدیثیں بھی نظر نہیں آئیں جن میں اس صورتِ حال کا ذکر ہو۔اور اگر زیر بحث جیسی حدیثوں سے استدلال ہے تو وہ کسی بھی طرح چہرے کے کھلے رکھنے کی دلیل نہیں ہیں اور نہ ہی حدیثوں میں کہیں باریک اشارہ ہے کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اپنے چہرے کو کھول کر بیٹھتی تھیں۔اس سلسلہ میں جو حدیث سب سے واضح اور کھلی دلیل کے طور پر پیش کی جاتی ہے وہ درج ذیل ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک بار حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔اس وقت ان کے جسم پر ایک باریک سا کپڑا تھا،آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے منہ پھیر لیا اور فرمایا: اے اسماء! جب عورت بالغ ہو جائے تو اس کے لئے جائز نہیں ہے کہ اس (چہرے) اور اس (گٹے تک دونوں ہاتھوں) کے علاوہ جسم کا کوئی اور حصہ نظر آئے۔ [1]

جو حضرات چہرے کے پردے کے قائل نہیں ہیں وہ اس حدیث کو بڑے زوردار انداز سے پیش کرتے ہیں،حالانکہ کئی اعتبار سے یہ حدیث دلیل نہیں بن سکتی:

[1] سنن ابی داود، کتاب اللباس، باب ۳۴

① یہ حدیث ضعیف ہے، اہلِ علم نے تین وجوہ سے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے:

الف: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرنے والے راوی کا نام خالد بن دریک ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان کی ملاقات نہیں ثابت ہے، اس لئے امام ابو داود رحمہ اللہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مرسل ہے، کیونکہ خالد بن دریک کی ملاقات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نہیں ہے۔ ﴿۱﴾

ب: اس حدیث کو خالد بن دریک سے قتادہ نے روایت کیا ہے اور قتادہ سے روایت کرنے والے راوی سعید بن بشیر ہیں اور سعید بن بشیر کو علماء فن نے ضعیف قرار دیا ہے۔ ﴿۲﴾

ج- ہجرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت حضرت اسماء رضی اللہ عنہا جواں عمر تھیں، خالص اسلامی ماحول میں پرورش ہوئی تھی، اس لئے یہ بہت ہی غیر معقول بات ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایسا حیاء سوز لباس پہن کر آجائیں۔

② اگرچہ علامہ البانی رحمہ اللہ نے متعدد وجوہ سے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے لیکن نفسِ قصہ یعنی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے اس قدر باریک لباس پہن کر خدمتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہونے کے ضعیف ہونے کا اقرار کیا ہے، جیسا کہ اس حدیث سے متعلق جلباب المراۃ میں جو تحقیق پیش کی ہے، اُس سے ظاہر ہے۔

③ اگر اس واقعہ کو سچ مان بھی لیا جائے تو اس واقعہ کی کوئی تاریخ مذکور نہیں ہے نہ مذکورہ حدیث میں اور نہ ہی کسی اور میں...... یہ واقعہ پردے کی آیت کے نزول سے پہلے کا ہے یا بعد کا۔ کیونکہ خود حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے ثابت ہے کہ وہ حالت احرام میں اپنے چہرے کا پردہ اجنبی مردوں سے کرتی تھیں۔ ﴿۳﴾

قصہ مختصر یہ ہے کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے متعلق نہ تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ آخر وقت تک آپ

﴿۱﴾ سنن ابوداود، ۲۵۸/۴ ﴿۲﴾ دیکھئے تقریب التہذیب۔ ص ۲۷۴

﴿۳﴾ مستدرک الحاکم ۴۵۴/۱

ﷺ کے سامنے چہرے اور ہاتھ کو چھپائے بغیر آتی تھیں اور نہ ہی یہ ثابت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے آیتِ حجاب نازل ہونے کے بعد انہیں اپنے چہرے اور ہاتھوں کو کھلا رکھنے کی اجازت دی، نہ ہی اپنے سامنے اور نہ ہی عام لوگوں کے سامنے۔ واللہ اعلم!

④ **سوال**: آپ ﷺ نے فاطمہ بنتِ قیس کو عبد اللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے یہاں عدت گذارنے کا حکم کیوں دیا؟

④ **جواب**: ان صحابیہ کا نام حضرت فاطمہ بنتِ قیس رضی اللہ عنہا ہے۔ بڑی مشہور صحابیہ رضی اللہ عنہم ہیں اور اوّلین مہاجرات میں ان کا شمار ہے۔ جس قصہ سے متعلق آپ نے سوال کیا ہے وہ کتبِ حدیث میں کچھ اس طرح ہے کہ ان کی شادی ابوحفص بن عمرو نامی ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے ہوئی تھی۔ لیکن دونوں کا آپس میں نباہ نہ ہو سکا، اس لئے ان کے شوہر نے انہیں طلاق دے دی۔ اور جب آخری طلاق دی تو اس وقت وہ مدینہ منورہ میں موجود نہیں تھے، بلکہ یمن کی طرف جہاد پر گئے ہوئے تھے۔ اسی لئے انہوں نے ایک صحابی رضی اللہ عنہ کے ذریعے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے خرچ کے لئے کچھ سامان بھیجا جو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو معمولی محسوس ہوا، اس لئے اس کی شکایت لے کر وہ خدمتِ نبوی ﷺ میں حاضر ہوئیں اور اپنے خرچ کا مطالبہ کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: چونکہ اب تمہیں آخری طلاق دی گئی ہے اس لئے تمہیں اپنے شوہر سے نفقہ لینے کا حق پہنچتا ہے اور نہ ہی رہائش کا، کیونکہ نفقہ وسکنیٰ اس عورت کا حق ہوتا ہے جس سے اس کا شوہر عدت کے اندر رجوع کر سکتا ہے، اس لئے تم ایسا کرو کہ حضرت اُمّ شریک رضی اللہ عنہا کے یہاں منتقل ہو جاؤ اور وہیں عدت کے ایام پورے کرو پھر آپ ﷺ نے کچھ سوچ کر فرمایا کہ حضرت اُمّ شریک رضی اللہ عنہا ایسی عورت ہیں کہ ان کی سخاوت کی وجہ سے صحابہ رضی اللہ عنہ کا بکثرت آنا جانا رہتا ہے۔ تمہارے لئے وہاں پردے کا التزام مشکل ہوگا۔ مجھے خطرہ ہے کہ اگر تم نے کبھی اپنی چادر اتاری تو کوئی تمہیں اس حال میں دیکھ لے گا اور یہ تمہیں ناگوار گذرے گا۔ اس لئے اپنے چچازاد حضرت بھائی عبداللہ بن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ کے یہاں عدت گزارو۔ وہ نابینا آدمی ہیں۔ اگر وہاں تم نے اپنی چادر اتار کر

رکھ بھی دی تو وہ تمہیں دیکھ نہ سکیں گے اور جب تمہاری عدت ختم ہو جائے تو اپنے بارے میں جلدی سے کام نہ لینا بلکہ ہمیں مطلع کرنا۔ اِلٰی آخِرِ الْقِصَّة.

یہ قصہ صحیح مسلم، سنن ابی داود اور مسند احمد وغیرہ میں تفصیل سے مروی ہے۔

یہ ہے اس قصہ کا ابتدائی حصہ جس سے متعلق آپ نے سوال کیا ہے، لیکن یہ واضح نہیں ہے کہ آپ لوگ اس قصہ سے متعلق کیا دریافت کرنا چاہتے ہیں؟ شاید آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اس حدیث سے بھی لوگوں نے اس پر استدلال کیا ہے کہ چہرے کا چھپانا پردے میں داخل نہیں ہے۔ چنانچہ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس قصہ سے کچھ اس طرح استدلال کیا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ مجھے خوف ہے کہ حضرت ام شریک رضی اللہ عنہا کے یہاں تمہاری چادر یعنی دوپٹہ گر جائے گا تو کوئی تمہیں دیکھ لے گا۔ اس کا واضح مطلب ہے کہ اگر سر پر دوپٹہ ہو اور چہرے پر کچھ نہ ہو تو اس کا دیکھنا جائز تھا۔ [1]

لیکن اس استدلال میں کتنا وزن ہے؟ اس کا اندازہ آپ لگا سکتے ہیں۔ اس حدیث کا تعلق چہرہ کے پردے یا عدم پردہ سے دور کا بھی نہیں ہے، بلکہ صورتِ حال یہ تھی کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اولاً حضرت ام شریک رضی اللہ عنہا کے یہاں عدت گزارنے کے لئے کہا، لیکن جب یہ سوچا کہ حضرت ام شریک رضی اللہ عنہا کی مالداری اور سخاوت اور لوگوں پر کثرت سے خرچ کرنے کی وجہ سے ان کے پاس لوگوں کی آمد و رفت کا سلسلہ جاری رہتا تھا جس کی وجہ سے ایک جوان عورت کا وہاں وقت گزارنا مشکل تھا، اس لئے انہیں ایک ایسی عورت کے پاس عدت گزارنے کا حکم دیا جس کا شوہر:

اولاً تو انہی کے خاندان سے تھا۔

ثانیاً آنکھوں کی بینائی سے محروم تھا۔ اور واضح رہے کہ ایسے گھر میں عورت آزادی کے ساتھ بغیر حجاب کا لحاظ رکھے بھی رہ سکتی ہے۔ یہ ہے اصل قصہ۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ

[1] دیکھئے: جلباب المرأۃ، ص ٦٦

Read "Tawheed Publications" Books for authentic information about Islam

عنقریب شائع ہونے والی اردو کتابیں

- مسلمان عورت کا پردہ ولباس
- گھریلو اصلاح کیلئے 40 نصائع
- مختصر قیامِ رمضان (تراویح، وتر اور اعتکاف)
- قرآن خوانی کی شرعی حیثیت اور ایصالِ ثواب کا صحیح طریقہ
- جادو کا علاج قرآن وسنت کی روشنی میں

عنقریب شائع ہونے والی انگریزی کتابیں

- An Explanation of the Aspects of the Days of Ignorance.
- Advice on Establishing a Muslim Home.
- 40 Commmon Mistakes in Salaat.
- The Etiquettes of Marriage And Wedding.
- The Status of Sunnah In Islaam.

Ladkiyon Ki Baghawat; Asbaab O Elaaj

Published By
توحید پبلیکیشنز
Tawheed Publications
#43, S.R.K. Garden, Bangalore-41
Email: tawheed_pbs@hotmail.com

URDU
36